[.album:3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba]
name=ROR FEB 1930
token=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
date=2012-07-13T00:45:14+05:30
tabrezmr3_lh=6340434703433364705
[0-Title Page 1.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdbfcd241aea62
[0-Title Page 2.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdbfd229ee7402
[41.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdbfd8868fb9d2
[42.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdbfe23b0b2952
[43.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdbfe93c4023e2
[44.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdbff0e2d3cfd2
[45.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdbff7b062bcf2
[46.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdbffdac463ff2
[47.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0045d972a52
[48.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc00b75f39ff2
[49.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc011e7b81e12
[50.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc018b9d59cb2
[51.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc01f6a8f1662
[52.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc026f43c6512
[53.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc02da654af52
[54.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0348bf931c2
[55.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc03be7f3d902
[56.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc042c2319012
[57.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc049d9b84812
[58.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc050d42b7bb2
[59.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc05699a6b5e2
[60.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc05e93caa562
[61.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0654b50f672
[62.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc06ce58b0702
[63.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc07ae5452142
[64.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0814c5fc322
[65.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc08b3fd1cdd2
[66.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0938a3c42e2
[67.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc09be8995ea2
[68.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0a4d67fd4a2
[69.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0ab63a1c6b2
[70.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0b49d204c92
[71.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0bb48a3b252
[72.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0c3d365dc72
[73.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0ca6275a552
[74.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0d005cc3252
[75.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0d7a84f54c2
[76.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0df0aeb8562
[77.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0e56020d2b2
[78.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0ec8209d672
[79.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0f3449ebec2
[80.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc0fa281f4b42
[End Page 1.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc10132b03d82
[End Page 2.jpg]
albums=3bc94d0f4e0686c522593cb505bfd9ba
IIDLIST_tabrezmr3_lh=57fdc108acb3b5d2

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

جس کی مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

ریویو آف ریلیجنز اردو

نمبر ۲ — ۵ فروری ۱۹۳۰ء — ۵ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ — جلد ۲۹

ایڈیٹر:- محمد ظہور الدین اکمل

قادیان

ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو

مقام اشاعت

قادیان دار الامان

پنجاب

سے شائع ہوتا ہے

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے اور ہندوستان سے باہر ... مستحق طلباء اور غیر احمدیوں سے اڑھائی روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
روزہ اور مرض	۴۱ – ۴۶	چوہدری محمد شاہ نواز خاں صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس
عصمت انبیاءؑ	۴۷ – ۵۳	مولانا مرزا محمد صادق صاحب چغتائی فاضل سماٹری
تکبر کی مذمت	۵۴ – ۶۴	مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل
اِسلامی پردہ	۶۵ – ۷۴	ڈاکٹر ملک محمد رمضان صاحب احمدی سرگودہا [illegible]
حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی نادرشاہ کے متعلق	۷۵ – ۷۸	مولانا شیر علی صاحب بی۔ اے
مسئلہ میراث مسیح موعودؑ	۷۹ – ۸۰	خلاصہ مضمون مولانا اللہ دتا صاحب فاضل جالندھری

تبلیغی ٹریکٹ

چند کارآمد حوالے نمبر ۱ نمبر ۲	۱ر
بانی آریہ سماج کے اقوال میں تناقض	۰ر
اسلام کی اندرونی تصویر	۰ر
آریہ سماج اور گاندھی جی	۰ر
رسالہ تائید اسلام کے اعتراضات کا جواب	۰ار
کفارہ	۱ر
بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ	۱ر
اسلامی قادر مطلق خدا اور آریوں سے دو شکستیں	۲ر
مسیح موعودؑ و اُمت محمدیہ	۱ر
شیعہ سوراج اور اس کے واقعات	۱ر
ذبیحہ گائے	۱ر
ابطال الباطل (ردّ شیعہ)	۲ر
آسمانی گولہ	۱ر

تبلیغی رسالے

براہین العقائد	۸ر
معارف القرآن	۸ر
تصوّف	۶ر
مقصد مذہب	۳ر
مباحثہ سرگودہ	۴ر
الاستخلاف	۰۴ر
مباحثہ ختم نبوت	۶ر
مجمع البحرین	۳ر
کمالات احمدیہ	۶ر
التشریح الصحیح	۶ر

دفتر ریویو اردو قادیان سے منگوایئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

روزہ اور مرض

(ڈاکٹر چوہدری محمد شاہ نواز خان ۔ اسسٹنٹ سرجن ۔ جنجہ ۔ ملک یوگنڈا ۔ افریقہ)

شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدًی للناس وبیّنٰت من الھدٰی والفرقان۔ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ۔ ومن کان مریضًا او علیٰ سفر فعدّۃ من ایّام اُخر ۔ یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ۔ ولتکملوا العدّۃ ولتکبروا اللّٰہ علیٰ ما ھداکم ولعلّکم تشکرون۔ (بقرہ رکوع ۳)

رمضان کا مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے ۔ جس میں قرآن کریم کے نزول کی ابتدا ہوئی ۔ جو ہدایت کا موجب ہے لوگوں کے لئے ۔ اور اس میں ہدایت کے کھلے ثبوت ہیں ۔ اور وہ فرقان بھی ہے ۔ پس جو کوئی پائے تم میں سے یہ مہینہ ۔ تو چاہیئے کہ وہ روزے رکھے ۔ ہاں اگر کوئی بیمار ہو ۔ یا سفر پر ہو ۔ تو وہ روزہ نہ رکھے ۔ اور اس گنتی کو اور دنوں میں پورا کرلے ۔ اللہ تعالیٰ تمھارے لئے آسانی چاہتا ہے ۔ اور وہ تم کو تنگی نہیں دینا چاہتا ۔ اور تاکہ تم گنتی کو پورا کرو ۔ اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو ۔ اس پر کہ ہدایت دی اس نے تم کو اور تاکہ تم شکر کرو ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رمضان کے مہینہ کے فیوض اور برکات کی طرف توجہ دلائی ہے ۔ اور انکو حکم دیا ہے کہ وہ رمضان کے روزے رکھیں ۔ کیونکہ اس میں انسانی روح اور جسم کے لئے بہت سے فوائد ہیں ۔ اور نہ صرف ذاتی فوائد بلکہ کئی ایک قومی فائدے اس میں مدِ نظر رکھے گئے ہیں ۔ اس حکم میں سے اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے لوگوں کو مستثنیٰ کردیا ہے یعنی مریض ۔ اور مسافر کو ۔ اور فرمایا ہے کہ میں تمھارے لئے تکلیف نہیں چاہتا ۔ بلکہ جو حکم بھی دیتا ہوں ۔ یا جس کام سے منع کرتا ہوں ۔ وہ سب تمھارے جسم اور روح کے فائدے کے لئے ہے ۔

قرآن کریم میں مریض کا لفظ آیا ہے یہ لفظ بہت وسیع ہے ۔ اور تشریح چاہتا ہے ۔ مجمل طور پر یہ تو واضح ہے کہ بیمار کو روزہ رکھنا منع ہے ۔ مگر اس کی تشریح میں لوگوں کا اختلاف ہے ۔ چنانچہ اس حکم کے متعلق دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ۔

(۱) وہ لوگ جو ہر حالت میں روزہ رکھ لیتے ہیں ۔ یعنی بیماری کی پروا نہیں کرتے ۔ اور کہتے ہیں کہ جب ہم میں روزہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رکھنے کی طاقت ہے۔ تو پھر ہم کیوں روزہ چھوڑیں ٭

(۲) دوسرے وہ لوگ جو معمولی تکلیف کی حالت میں بھی روزہ چھوڑ دیتے ہیں۔ یا خود ہی خیال کر لیتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں۔ ہم میں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں۔

اوّل الذکر گروہ تو صریح غلطی پر ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کے حکم کو ٹالتا ہے۔ نیکی کی یہ تعریف نہیں کہ نماز پڑھی جائے۔ یا روزے رکھے جائیں۔ بلکہ اصل نیکی اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ روزہ رکھو تو روزہ رکھنا نیکی ہے اور اگر وہ فرمائے کہ فلاں فلاں حالت میں روزہ چھوڑ دو تو اسوقت روزہ نہ رکھنا نیکی ہے۔ جو لوگ بیماری کی حالت میں بھی روزہ رکھ لیتے ہیں۔ وہ گویا اللہ تعالیٰ کو زبردستی راضی کرنا چاہتے ہیں ٭

جس طرح قرآن کریم کے اوامر میں فوائد اور حکمتیں مدِّ نظر ہیں۔ اسی طرح اس کے نواہی بھی فلسفہ اور حکمت پر مبنی ہیں۔ بعض دفعہ کسی مرض کو روزہ رکھنے سے بظاہر افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت وہ جسم کو نقصان دے رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسکو انسانی جسم کی باریکیوں کا علم سب حکیموں اور ڈاکٹروں سے بڑھ کر ہے۔ اسکے حکم بلا وجہ نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ایسے کئی ایک واقعات ہوئے ہیں۔ کہ بیماری میں روزہ رکھنے والوں کو نقصان ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ مرض اسہال کی حالت میں روزہ رکھ لیا۔ بظاہر تو اسہال کو فائدہ ہوا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا۔ کہ قوّت رجولیّت جاتی رہی۔ چنانچہ بہت استغفار کرنے سے حالت درست ہوئی ٭

جس طرح پہلا گروہ افراط کی طرف چلا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے گروہ نے تفریط کی راہ اختیار کر لی ہے۔ یعنی معمولی مرض میں بھی روزہ نہ رکھنا۔ گو کئی امراض ایسی ہیں کہ ان میں روزہ رکھنا مضر ہے۔ مگر بعض امراض ایسی بھی ہیں۔ جن میں روزہ مفید ہے۔ پھر بعض وہ ہیں۔ جن کا روزہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا اصل قائم کر دیا جائے جس سے ہر شخص معلوم کر سکے آیا کہ مجھے اس حالت میں روزہ رکھنا چاہیئے یا چھوڑنا چاہیئے ٭

واضح ہو کہ ہر مرض کا روزہ کے ساتھ تعلق نہیں۔ اس لئے اس کے متعلق قاعدہ کلّیہ یہی ہے کہ جس مرض کا روزے کے ساتھ تعلق ہو۔ یعنی جو روزہ رکھنے سے بڑھ جائے۔ اس میں روزہ نہ رکھا جائے۔ اور جس کا روزے سے کچھ تعلق نہ ہو۔ یعنی نہ وہ بڑھے۔ اور نہ کم ہو۔ اس میں روزہ رکھ لیا جائے۔ مثلاً زکام کو لے لو۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل۔ زکام کا پہلا حملہ (شدید) اس کا روزے سے بہت گہرا تعلق ہے۔ پس اس میں روزہ رکھنا مضر ہے۔ کیونکہ زکام کے پہلے حملہ میں چونکہ جسم کے پانی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خارج ہوتا ہے۔ اس لئے پیاس بہت لگتی رہتی ہے۔ اور اس حالت میں پانی نہ پینا مضر ہے ✢

دوسرے پُرانا زکام۔ اس میں روزہ چھوڑنا مناسب نہیں۔ کیونکہ نہ صرف یہ کہ اس سے زکام بڑھتا نہیں۔ بلکہ روزہ اس کے لئے بطور علاج ہے۔ پس زکام کے پہلے حملہ میں روزہ نہ رکھا جائے۔ اور پُرانے زکام والے کو روزہ رکھنا لازمی ہے۔ مگر اسکے متعلق اوّل الذکر گروہ یہ سمجھتا ہے کہ معمولی زکام کا حملہ ہو تو بھی لوگ روزہ چھوڑ دیتے ہیں بھلا یہ بھی کوئی مرض ہے۔ اور ثانی الذکر گروہ پُرانے زکام کو بھی مرض کے فتویٰ کے اندر لاکر روزہ چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ دونو افراط و تفریط کی راہیں ہیں۔ اور حق یہی ہے کہ شدید زکام میں روزہ مضر ہے۔ اس لئے نہ رکھنا چاہیئے۔ مگر پُرانے زکام میں روزہ مضر نہیں (بلکہ مفید ہے) اس لئے روزہ نہیں چھوڑنا چاہیئے ✢

ذیل میں ۳ قسم کے مختلف امراض کی مختصر فہرست دی جاتی ہے۔ جن کے مطالعہ سے بہت حد تک ہر شخص معلوم کرسکتا ہے کہ فلاں فلاں حالت میں روزہ رکھنا چاہیئے۔ یا چھوڑنا چاہیئے ✢

A - وہ امراض جو روزہ رکھنے سے بڑھ جاتی ہیں۔ اور جن میں روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ (۱) زکام کا پہلا شدید حملہ۔ (۲) بدہضمی کا شدید حملہ۔ (۳) شدید اسہال۔ (۴) شدید بخار (ہر قسم کے)۔ (۵) تمام وہ امراض جن میں جسم سے خون خارج ہوتا ہے۔ مثلاً بواسیر۔ نکسیر۔ کثرت الطمث وغیرہ ✢

ان ۵ قسم کی امراض میں پیاس بہت لگتی ہے۔ اور پانی نہ پینے سے جسم کو نقصان ہوتا ہے (۶) تمام مزمن امراض جن میں جسم کو تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایک دفعہ پیٹ بھر کر کھانا مضر ہوتا ہے۔ مثلاً تپ دق۔ قلب کی امراض۔ گُردوں کی امراض وغیرہ ✢

B - وہ امراض جن کو روزہ سے فائدہ ہوتا ہے۔ اور ان میں روزہ چھوڑنا مناسب نہیں۔
(۱) پُرانا زکام۔ (۲) پُرانا سوءِ ہضم۔ (۳) پُرانے اسہال۔ (۴) ذیابیطس کے بعض مریض (اسکے متعلق ہر مریض کو اپنی حالت کے مطابق فتویٰ لینا چاہیئے۔ کیونکہ بعض دفعہ روزہ رکھنا مضر بھی ہوسکتا[ف۱] ہے) (۵) ضعف قوّت رجولیت ✢

C - وہ امراض جن کا روزہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی نہ وہ بڑھتی ہیں نہ کم ہوتی ہیں۔
۱۔ امراض متعلقہ عمل جراحی[ف۲]۔ زخم۔ پھوڑے۔ پھنسی وغیرہ

ف۱ جزاکم اللہ اگر آپ یہ سطر نہ لکھتے تو مجھے اس سے اختلاف ظاہر کرنا پڑتا۔ میں ڈاکٹر تو نہیں۔ مگر مریض تجربہ کار ضرور ہوں۔ ان تمام امراض میں روزہ رکھنے سے خصوصاً سوءِ ہضم میں شدید نقصان ہوتا ہے۔

ف۲ پچھنے۔ سینگی لگوانے سے تو حدیث میں بھی آیا ہے افطار کرے ✢ (اکمل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۲- کان - ناک - آنکھ اور حلق کی امراض[ص۱] - جن میں دوائی صرف لگانی پڑے ۔

۳- بال اور جلد کی امراض - جن میں صرف دوائی کی بیرونی سطح پر مالش کرنی پڑے ۔

۴- تمام پرانی امراض جن کی علامات یوں تو خفیف ہوں - مگر کبھی کبھی شدید دورہ ہو جائے - مثلاً عصبی امراض - قولنج و جگر اور پٹھوں کا درد وغیرہ ۔

(نوٹ ۱- ان امراض میں سوائے شدید دورہ کی حالت کے روزہ نہیں[ص۲] چھوڑنا چاہیئے)

اسکے علاوہ بوڑھے - بچے - حاملہ - مُرضعہ اور حائضہ[ص۳] کو بھی روزہ رکھنا منع ہے - بعض لوگ بچوں کو روزہ رکھنے سے منع نہیں کرتے - مگر یہ غلطی ہے - بلوغت سے قبل روزہ رکھنا جسم کے لئے سخت مضر ہے - کیونکہ وہ نشوونما کا زمانہ ہے - روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے - پس صاحب نصاب ہونے سے قبل زکوٰۃ کا نکالنا مضر ہے - اگر پوری نشوونما ہونے سے قبل روزہ رکھنا شروع کر دیا جائے - تو پھر بچے آئندہ روزے رکھنے سے محروم رہ جاتے ہیں - اسی طرح بعض عورتوں کا حال ہے - وہ حمل اور رضاعت کے ایام میں بھی روزہ رکھ لیتی ہیں - اور فخر کرتی ہیں کہ ہم بہت نیکی کا کام کر رہی ہیں - یہ خیال نادانی پر مبنی ہے - اصل نیکی فرمانبرداری میں ہے نہ کہ اپنی منوانے میں - حمل اور رضاعت کے ایام میں روزہ رکھنے سے جنین اور بچے کی نشوونما میں نقص رہ جاتا ہے - پس بچوں کی حالت پر رحم کر کے ماؤں کو ایسی نیکی سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔

بعض لوگ جسم کے لاغر ہوتے ہیں - اور وہ روزہ نہیں رکھتے - دریافت کرنے پر کہا کرتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں - ہم کو روزہ سے ضعف ہو جاتا ہے - اس لئے ہم نہیں رکھتے - ان کے متعلق عرض ہے کہ خود بخود اپنے متعلق فتویٰ نہیں لے لینا چاہیئے - ایسے حالات میں ضروری ہے کہ ڈاکٹر سے باقاعدہ معائنہ کرایا جائے - اور اگر کوئی جسمانی نقص ثابت ہو تو طبیب کے مشورہ سے روزہ چھوڑ دیں - لیکن محض خیالی کمزوری کے تصور سے روزہ چھوڑنا مناسب نہیں ۔

مریض کے روزہ کے متعلق آخری عرض یہ ہے - کہ جن امراض میں روزہ رکھنے یا چھوڑنے کی فہرست دی گئی ہے - وہ انسانی علم اور تجربہ کی بنا پر ہے - اور چونکہ طب کا علم کامل نہیں - اس لئے ہو سکتا ہے کہ بعض امراض میں بعض کو روزہ رکھ کر تکلیف[ص۴] معلوم ہو - پس ایسی حالت میں گو اس فہرست

ص۱ گلے پڑ گئے ہوں - حلق میں یا منہ میں چھالے ہوں تو بار بار پیاس لگتی ہے - اعصاب تکلیف میں ہوتے ہیں ۔

ص۲ معاف فرمائیے - خدا تعالیٰ نے مرض کا لفظ عام رکھا ہے - انسان کو نہیں چاہیئے - کہ اسے اپنے محدود علم کی بنا پر خاص کرے ۔ (اکمل)

ص۳ آپکے مندرجہ بالا اصول کے مطابق تو رکھنا چاہیئے تھا کیونکہ یہ ایک فطرتی اور حرمن اذیٰ ہے ہے میر تو ٹوں کا بھی منشاء ہے -

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے مطابق اُس مرض میں روزہ رکھنا ضروری ہو۔ کسی لائق ڈاکٹر سے مشورہ لے لینا چاہیئے۔ اور اگر پھر بھی تسلّی نہ ہو۔ تو روزہ رکھ کر دیکھ لیا جائے۔ اگر دل میں روزہ رکھنے کی سچّی تڑپ ہو۔ اور اُس کے فوائد اور نہ رکھنے کے نقصان کا پورا علم اور احساس ہو۔ اور اسکے باوجود روزہ رکھنے سے کوئی مخفی مرض بڑھتا نظر آئے۔ یا سخت ضعف ہو۔ تو پھر اپنے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان کے مطابق اپنے قلب سے فتویٰ لے لینا چاہیئے۔ (نہ کہ دماغ سے۔ کیونکہ دماغ میں تکلّف ہے) اور اُسی پر عمل کرنا چاہیئے۔ انّما الاعمال بالنّیات ؂

روزہ کے نواقض

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ روزہ کی حالت میں بالارادہ کھانے پینے۔ حُقّہ پینے۔ اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے ان کے متعلق یہاں بحث کی ضرورت نہیں۔ اس جگہ بعض اُن نواقض روزہ کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ جن کا تعلق امراض سے ہے۔

روزہ ٹوٹنے کے متعلق بعض کے نزدیک موٹا اصل یہ ہے۔ کہ وہ چیزیں جن پر زندگی کا قیام ہے، اگر بالارادہ جسم میں داخل کی جائیں۔ یا جسم سے نکالی جائیں۔ تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً روٹی۔ پانی۔ خون۔ منی وغیرہ۔ اس اصل میں بعض استثنائیں ہیں۔ مثلاً ہوا۔ اور تمباکو کا دھوآں۔ اندر داخل کرنا۔ اوّل الذکر پر زندگی کا قیام ہے۔ مگر اسکو بالارادہ اندر کھینچنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پھر تمباکو کا دھوآں۔ اس پر زندگی کا بقا نہیں۔ مگر اسکو اندر کھینچنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح جسم میں سے نکلنے والی رطوبتوں کا حال ہے۔ بول و براز کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ نہ ہی احتلام سے۔ لیکن اگر غذا قے ہو کر نکلے یا زیادہ خون جسم سے خارج ہو۔ یا منی کو بالارادہ نکالا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے ؂

ایک اور ضروری اصل یہ ہے کہ جسم کے وہ راستے۔ جن سے جسم میں اس حد تک غذا پہنچائی جاسکے کہ اس سے زندگی کا قیام ممکن ہو۔ ان راستوں سے اگر غذا یا دوا اندر داخل کی جائے۔ تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ اس اصل کے ماتحت اب ہم دیکھتے ہیں کہ کن راستوں سے دوائی داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور کن سے نہیں ؂

۱۔ جلدی پچکاری کے ذریعے جلد کے اندر دوائی داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ اس طرح غذا داخل کرکے زندگی کا قیام ممکن ہے۔ کیونکہ سوئی کے ذریعے جلد کے نیچے اگر غذا پہنچا دی جائے تو وہ کافی مقدار میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جذب ہو جاتی ہے ۞

۲۔ حُقنہ (اَے نِی ما) کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ امعاءِ مستقیم کے راستے غذا یا دوا بخوبی جذب ہو سکتی ہے۔ اور زندگی کا بقا ممکن ہے ۞

۳۔ روزہ کی حالت میں غرارہ کرنے والی دوائی استعمال کرنا منع ہے۔ کیونکہ زبان کی جڑھ سے پانی بخوبی جذب ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے بعض فقہاء نے روزہ کی حالت میں بار بار کُلّی کرنے۔ اور مُنہ میں پانی کو روک رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے ۞

۴۔ گلے میں دوائی لگانی ہو۔ تو اس میں احتیاط چاہیئے۔ گو روزہ کی حالت میں گلے کے اندر دوائی لگانا جائز ہے۔ مگر چونکہ بعض دفعہ دوائی بغیر ارادہ کے حلق سے نیچے اُتر جاتی ہے۔ اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ دوائی نہ لگائی جائے ۞

۵۔ روزہ کی حالت میں بار بار غسل کرنا مضر ہے۔ کیونکہ اس سے حرارت غریزی زیادہ خارج ہو کر کمزوری ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے روزہ کی حالت میں بار بار غسل کرنے سے منع کیا ہے۔ اور خصوصاً خوب مَل مَل کر نہانے اور پانی کے ٹب میں دیر تک بیٹھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ جسم کو زیادہ مَلنے اور پانی میں بیٹھنے سے جسم کے اندر پانی جذب ہو سکتا ہے ۞

جِلد پر کوئی زخم ہو۔ تو اسکو بٹی کرنے کے لئے اگر پانی یا لوشن سے دھویا جائے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اس سے پانی جذب کم ہوتا ہے۔ لہٰذا روزہ نہیں ٹوٹتا ۞

۶۔ آنکھ میں دوائی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ گو آنکھ کے راستے بھی دوائی جذب ہو کر خون میں مل جاتی ہے۔ مگر وہ اسقدر قلیل مقدار میں جذب ہوتی ہے۔ کہ اس راستے سے غذا داخل کرکے زندگی کا قیام ممکن نہیں لہٰذا روزہ نہیں ٹوٹتا ۞

۷۔ مَیں نے عرض کیا ہے کہ حُقنہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر بعض فقہاء کے نزدیک روزہ کی حالت میں کُھل کر طہارت کرنا بھی پسندیدہ نہیں۔ اس میں یہی احتیاط مدِّ نظر رکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ ان سوراخوں کے رستے بھی پانی جذب ہونیکا امکان ہے۔ گو عام طور پر یہ ممکن نہیں۔ مگر بعض نادر الوجود لوگ ایسے پائے گئے ہیں۔ جو اپنی قوّت ارادی سے اِن سوراخوں کے راستے پانی اندر کھینچ

۞ نوٹ:۔ پچکاری کے ذریعے اگر نمکین پانی جِلد کے اندر داخل کیا جائے۔ تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن اگر یہی نمکین پانی پچکاری کے ذریعے آنکھ کی باریک جِھلّی کے اندر داخل کیا جائے (جیسا کہ بعض دفعہ ککروں کے مرض میں کیا جاتا ہے) تو روزہ نہیں ٹوٹتا ۞

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکتے ہیں ٭

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک کے فیوض اور برکتوں سے مستفید ہونے کی توفیق دے۔ آمین ٭

عصمتِ انبیاءؑ

یا صاحب الجمال ویا سیّد البشر ٭ من وجھک المنیر لقد نوّر القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ ٭ بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

اعتراض:- واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم۔ اے محمدؐ اپنے اور دیگر مومن مردوں اور عورتوں کے گناہ کی معافی مانگ اللہ تعالیٰ تمہارے لوٹنے کی جگہ اور ٹھکانے سے واقف ہے۔ سورہ محمدؐ ع۲ - واستغفر لذنبک وسبّح بحمد ربک بالعشیّ والابکار۔ اپنے گناہ کی معافی مانگ اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ (سورۃ حٰم) ان ہر دو آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا جسکے باعث آپؐ کو استغفار کے ورد کا حکم دیا گیا ورنہ اتنی کہنے کی کیا ضرورت تھی لفظ ذنب بھی اس کا مؤیّد و مؤکّد ہے۔

الجواب اس اعتراض کے کئی جواب ہیں از انجملہ درج ذیل ہیں:-

الجواب الاوّل:- اگر غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ ان دونو آیات سے قبل جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر جاری ہے۔ چنانچہ سورہ محمدؐ میں اس آیت سے قبل یہ آیت ہے فھل ینظرون الا الساعۃ ان تأتیھم بغتۃً فقد جاء اشراطھا یہ کافر لوگ نہیں انتظار کرتے مگر ساعۃ (فتح مکّہ) کا کہ ان کے پاس اچانک آوے پس اسکی اشراط پوری ہو گئی ہیں الاٰیۃ۔ اسی طرح سورہ مومن میں اس آیت سے قبل یہ آیت ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد۔ کہ ہم اپنے رسولوں اور ان کے ماننے والوں کو اس زندگی اور آخرت میں غلبہ دینگے۔

اب چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عمر بھر یہ کام کبھی کیا نہ تھا اور نہ ہی صحابہؓ چنداں ماہر تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس لئے ہو سکتا تھا کہ طیاری میں کئی قسم کی خامیاں رہ جاویں جن کی وجہ سے مومنین کو شکست ہو جاوے تو خدا تعالیٰ نے ان ہر دو آیات میں اس خامی اور کمی کو پورا کرنیکا ایک گر سکھایا کہ جہاں تک ہو سکے تم اپنی طرف سے پوری طیاری کرو اور جو خامی اور کمی تمہاری نظر سے اوجھل ہے اسکے بد نتیجہ کے مترتب ہونے سے بچاؤ کے لئے استغفار اور دعاؤں سے کام لو۔ پس معترض کا اعتراض باطل ہوا۔

الجواب الثانی:۔ اگر استغفار اور ذنب کے مفہوم کو مطابق منشائے معترض تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی اس وجود باجود صلعم پر کسی قسم کا حرف نہیں آسکتا کیونکہ خطابات قرآنیہ جو بصیغہ واحد حاضر ۔۔۔ آئے ہیں تین اقسام میں منقسم ہیں (ا) اوّل قسم خطابات کی وہ ہے۔ کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات والاصفات بلاشرکت غیر مراد ہے۔ جیسے فرمایا یٰسٓ والقرآن الحکیم انّک لمن المرسلین۔ اے سردار! قرآن حکیم کی قسم۔ کہ تو مرسلوں میں سے ہے۔ پھر فرمایا یاایّہا الرسولُ بلّغ ما اُنزِل اِلیک مِن ربّک وَاِن لَم تفعَل فما بلّغتَ رسالتہ واللہ یعصمک من النّاس اے رسول! اللہ کا پیغام جو تیری طرف آیا ہے۔ لوگوں کو پہنچا دے اگر وہ تیری مخالفت کریں اور تیرے قتل اور مار ڈالنے کے درپے ہوں تو اللہ تعالیٰ تجھے بچائیگا ان دونو آیات میں انک لمن المرسلین اور واللہ یعصمک من الناس کے خطاب آنحضرتؐ سے ہی مختص ہیں ان میں قطعاً عموم نہیں۔ (ب) قسم ثانی خطابات کی وہ ہے۔ کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب مراد نہیں یعنی اس کے احکام آپ پر جاری نہیں ہوتے جیسے فرمایا واِمّا یبلغنّ عندک الکبرا احدُھما اوکلاھما فلا تقل لّھُما اُفٍّ ولا تنھرھما وقُل لّھما قولا کریمًا واخفض لھما جناح الذّل من الرحمۃ وقل ربِّ ارحمھما کما ربّیٰنی صغیرًا اگر تیرے والدین میں سے کوئی ایک یا دونو بوڑھے ہو جاویں تو تو انکو کوئی کریہ کلمہ مت کہہ اور انہیں جھڑک مت ۔۔۔ بلکہ ان سے نرم قول سے خطاب کر اور ہمیشہ ان کا مطیع رہ اور ان کے لئے اللہ کے حضور دعائیں کر کہ اے مولیٰ تو ان پر رحم فرما جیسے کہ انہوں نے مجھ پر بچپن میں رحم کیا اور شفقت سے مجھے پالا پوسا۔ پھر فرمایا واِن جاھداک لتشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما اگر تیرے والدین تجھے شرک کرنے پر مجبور کریں تو بھی ان کا کہنا مت مانیو۔

ان دونو آیتوں میں جتنے خطابات ہیں ان میں سے ایک کے احکام بھی ذات بابرکات صلی اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علیہ وسلم پر جاری نہیں ہوتے کیونکہ ان میں ان لوگوں سے خطاب مراد ہے۔ جن کے والدین زندہ ہوں۔ مگر آنحضور پر نورؐ کے والد ماجد کو تو آپ کا چہرہ مبارک دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا اور گو والدہ ماجدہ نے شرفِ دیدار تو حاصل کیا مگر وہ بھی اُسوقت سے گذر گئیں جب کہ ان خطابات کا تصوّر کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا +

(ج) قسم ثالث خطابات کی وہ ہے جس میں کسی معیّن و مخصوص مخاطب سے خطاب مراد نہیں یعنی ہر ایک مومن علی حسب المراتب اسمیں مقصود ہے۔ ان میں کسی ایک کی تخصیص و تعیین ترجیح بلا مرجّح ہے۔ ہر ایک شخص اُسکا حامل ہوسکتا ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلوٰۃَ لِدُلُوکِ الشَّمس سورج ڈھلے نماز قائم کر اب کسی کا حق نہیں کہ وہ یہ کہکر کہ اس میں مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ واحد حاضر کا صیغہ ہے۔ نماز ظہر سے اپنا پیچھا چھڑائے۔ اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِی ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِی بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ کہ تو اپنے کلام میں احسن طریق کو اختیار کر بدی کا جواب نیکی سے دے کیونکہ اس سے دشمن تیرا نہایت پُرجوش دوست بن جائیگا۔ یہ صیغہ واحد حاضر ہے۔ اور اس کی کو عزّ و جل نے خود ظاہر فرما دیا وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ کہ یہ خوبی صابر اور بختاور کو حاصل ہوتی ہے۔ پس جو صابر و بختاور ہے۔ اس خوبی سے مزیّن ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک قسم کے لئے قرآن کریم سے کئی اور امثلہ مل سکتی ہیں۔

پس ہم آیت زیرِ بحث کو از قبیلِ قسم ثالث قرار دیتے ہیں یعنی یہ خطاب عام ہے۔ اس سے حضور پُر نورؐ کو ہی مخصوص قرار دینا دعویٰ بے دلیل ہے۔ ہاں شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ صیغۂ حاضر کو علیحدہ بیان کرنا اور اس کے بعد مومنین کا ذکر کر دینا مرجّح ہے۔ کہ اس خطاب سے مراد صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہی ہیں تو اُس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہمیں یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ صیغہ حاضر سے ہر ایک مومن علیحدہ علیحدہ مخاطب ہوا ور لفظ مومنین سے مراد اُس کے علاوہ دوسرے مومن لوگ۔ اس صورت میں اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:-

"اے مومن (جو اس آیت کا مخاطب ہے) تو اپنے اور دیگر مومنین کے گناہوں کے لئے اللہ سے بخشش مانگ"

پس اس طرح نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر کسی قسم کا دھبہ آسکتا ہے اور نہ ہی زیادہ تکلّف کی ضرورت پڑتی ہے۔ صرف یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ کہ جب اس سے ہر ایک مخاطب مراد ہے تو اسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بھی آگئے اور پھر مذکورۃ الصدر اعتراض قائم ہوگیا تو اس کا ازالہ یوں ہو سکتا ہے۔ کہ قانون یا حکم اور امر حالت عامّہ کے مطابق ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اے مومنو! اپنی آوازوں کو نبی صلعم کی آواز سے بلند نہ کرو! اب یہ حکم ہوتا ہے۔ تو ادھر زید بن ثابت جن کی آواز بہت اونچی تھی۔ اس آیت کو سُنکر تمام دن گھر میں روتے رہتے ہیں حضرتؐ نے ان کو نہ دیکھا تو فرمایا آج زید بن ثابت نظر نہیں آیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پتہ کیا تو معلوم ہُوا کہ وہ رو رہے ہیں۔ فرمایا اس سے یہ مراد نہیں ہے۔ جو تم سمجھے ہو۔ تمہاری تو آواز ہی خدا نے ایسی بنائی ہے۔ تم اس سے مستثنیٰ ہو۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی آواز کو دھیما کر سکتے ہیں۔ لیکن پھر نہیں کرتے۔ اور تمہاری تو آواز ہی ایسی ہے۔ تب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو تسلّی ہوئی۔ پس عام حکم سے استثنا جائز ہے۔ یہی مثال نہیں بلکہ کئی اور مثالیں مل سکتی ہیں دیکھئے امام خطبہ پڑھتا ہے۔ بد اخلاقی سے رد کرتا ہے۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہر ایک شخص جو اس خطبہ میں حاضر ہے بد اخلاق ہے۔ حاشا و کلّا پس یہی حکم مندرجہ بالا دو نو آیات میں جاری ہو سکتا ہے ؂

الجوابِ الثالث:۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم تو اللہ سے اُس گناہ کی پردہ پوشی طلب کر جو تیری طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یعنی ام یقولون افتراہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمدؐ نے افترا کیا یقولون تقوّلہ اور اپنی طرف سے باتیں بناتا ہے۔ خدا اس پر کچھ نازل نہیں کرتا تو دُعا مانگ کہ خدا تعالیٰ اپنے زبردست نشانات سے اس بات کو ثابت کر دے کہ یہ کوئی افترا اور تقوّل نہیں بلکہ ربّ العالمین کی طرف سے حق نازل ہُوا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے خود دُعا سکھلائی "وانصرنا علے القوم الکٰفرین اے رب ہمیں ان منکر اور مکفّر لوگوں پر غالب کر" اور بموجب نصّ "انّا لننصرُ رُسلنا والّذین اٰمنوا فی الحیٰوۃِ الدُّنیا کہ ہم اپنے رسولوں اور ان کے متّبعین کی مدد کیا کرتے ہیں اور انہیں غلبہ دیتے ہیں" خدا تعالیٰ نے آپ کو غالب و منصور کیا اور تمام جہان کو بتا دیا کہ جھوٹ کا الزام جو آنحضرتؐ پر لگایا جاتا تھا خود سراپا جھوٹ تھا اور آپؐ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق رسول اور پیغامبر تھے جبھی تو آپؐ اکیلے اُٹھے پھر بھی تمام عرب کے بادشاہ ہو گئے اگر حضرتؐ مفتری علی اللہ ہوتے (نعوذ باللہ منہ) تو آپ کو یہ کامیابی اور غلبہ نصیب نہ ہوتا مغفرت اور غفران کے معنی ڈھانپنے کے ہوتے ہیں (جیسا کہ مفصّل آگے آئیگا) اور اضافت نسبت کے لئے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ دو تین آدمی دو تین گھوڑے کرائے پر لیں اور کوئی اگر پوچھے کہ تیرا گھوڑا کونسا ہے اور فلاں کا گھوڑا کونسا ہے۔ تو صحیح ہے۔ حالانکہ وہ گھوڑے ان کی ملکیّت نہیں۔ صرف اُن کا ان سے ایک تعلّق ہے۔ جسکی وجہ سے اضافت کر دی گئی اسی طرح چونکہ عرب لوگ آنحضرتؐ کو اس لحاظ سے گنہگار سمجھتے تھے تو خدا تعالیٰ نے فرما دیا کہ تُو اپنے گناہ کے لئے یعنی جو تیری طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ پردہ پوشی طلب کر ؂

الجوابُ الرّابع:۔ ہو سکتا ہے کہ اس آیت کے نزول سے مراد محض تعبّد ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہو کہ تم جہاں تک ترقی کرتے چلے جاؤ پھر بھی عبد ہی ہو اور بہرحال میرے محتاج اور میں ہی تمہارا حقیقی معبود ہوں۔ اس کی مثالیں بھی بکثرت کلام اللہ سے مل سکتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا سکھلائی ربّنا واٰتنا ما وعدتنا علےٰ رُسلک اے ہمارے رب! ہمیں وہ کچھ دے جس کا تُو نے ہمارے رسولوں کے ذریعہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم سے وعدہ کیا" اب واضح ہے۔ کہ بموجب نص قطعی قرآنی اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ المیعاد کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا" اور وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ تو ایسا گمان مت کر کہ خدا اپنے رسولوں سے وعدہ کر کے پھر اُسے پورا نہ کرے گا" ضروری تھا کہ مولا کریم بغیر ہماری دُعا کے بھی ہمیں وہ انعام دیتا لیکن اس نے ہمیں وہ انعامات طلب کرنیکی خاطر ایک دُعا سکھائی۔ جس کا محض یہ مطلب تھا کہ تم اپنی عبودیت اور میری حقیقی معبودیت کا اقرار کرو۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا رَبِّ احْکُمْ بِالْحَقِّ اے میرے ربّ! حق فیصلہ فرما!! خدا تعالیٰ نے تو بہرحال حق فیصلہ ہی فرمانا تھا کیونکہ فرمانِ ایزدی صادر ہو چکا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لیس بظلّامٍ للعبید کہ اللہ تعالیٰ کسی قسم کا ظلم بندوں پر نہیں کرتا اور نہ وہ اعمال حسنہ کے اجر سے کسی کو محروم رکھتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس بموجب عشر امثالھا ایک نیکی کے اجر کو بڑھا کر دس گنا زیادہ دیتا ہے۔ اور نہ ہی کسی شخص کے اعمال سیئہ میں ایزادی کر کے اس کی تکلیف کو بڑھاتا ہے۔ علیٰ حسب المنازل سیئات کی سزا دیتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ متصف بدیں صفت ہے تو دعائے مذکورہ سکھانے سے مقصود تعبّد نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی طرح خدا تعالیٰ نے دُعائے استغفار کا جو حکم دیا ہے۔ وہ بھی محض بالنظر الی التعبّد ہے۔ کیونکہ دُعا ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو جاذب فضل الٰہی ہے تبھی تو مولا کریم فرماتے ہیں ما یعبأ بکم ربّی لولا دعاءکم کہ اگر تمھاری دُعائیں منظور۔۔ ہوں تو خدا کو تمھاری کچھ بھی پروا نہ ہو۔ دُعا ہی ہے۔ جس کی برکت سے یہ کارخانۂ عالم جاری ہے۔ سو دُعا بھی ایک بہت مہتم بالشان چیز ہے جسکے لئے مولا کریم کو حکم دینا چاہیئے۔ سو اس نے حکم دیا اور اپنے بندوں کو اس سے مشرّف کیا والحمدُ للّٰہ علیٰ ذالک۔ ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اسکی کشش جذب اور اثر کا نقشہ ایک شعر میں کھینچا ہے۔ ؎

غیر ممکن کو یہ ممکن سے بدل دیتی ہے ٭ اے میرے فلسفیو! زورِ دُعا دیکھو تو

اَلْجَوَابُ الْخَامِسُ :- سورہ احزاب سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلّم کو مؤمنین سے کیا تعلق ہے فرمایا اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہٗ امّھاتھم۔ کہ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنوں کا ان کے نفسوں کی نسبت زیادہ قریبی ہے اور اس کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں چنانچہ دوسری قرأت "وھو أبٌ لھم" کہ آپ مومنوں کے باپ ہیں" نے تصریح کر دی کہ آپ باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور مومنین آپکے مقابل بیٹے کی حیثیت۔ پس جیسا کہ مسلّم ہے۔ کہ بیٹا جب لائق ہو باپ کی نیک نامی ہوتی ہے۔ اور اُسے ایک فخر حاصل ہوتا ہے۔ لڑکا نیک ہو تو باپ کے لئے موجب راحت اور ترقیٔ درجات ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر لڑکا نالائق ہو تو وہ گو باپ کی صلاحیت کو ضرر نہیں پہنچائیگا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن تاہم اُن کے لئے حصولِ فخر کا سبب تو نہ ہوگا اب اس کی عزّت میں وہ زیادتی جو اُس کی لیاقت کے سبب ہونی تھی نہ ہوگی تو یہ کمی واقع ہو جائیگی اور وہ زائد شہرت جو اس کی صلاحیّت کے باعث وہ پانیوالا تھا نہ پائیگا۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تعلّق اُمّت کے ساتھ ہوا تو ضروری ہوا کہ اُمّت اگر زیادہ قابل ہو لائق ہو نیکیوں میں بڑھکر حصّہ لینے والی ہو بدیوں سے پرہیز کرنیوالی اور نفرت دلانے والی ہو تو آپکو ایک خاص شانِ عالی حاصل ہو۔ اور زیادہ فخر حاصل ہو اس حالت کی نسبت جبکہ اُمّت کے اطوار بدلے ہوئے ہوں۔ اب چونکہ ہر ایک شخص ایسا لائق۔ قابل پرہیز۔ صالح مُتّقی تو ہے نہیں اس لئے اُس رُتبہ کی کمی ہوگئی جو کہ اُس کے بدیں صفات مُتّصف ہونیکی حالت میں آپ کو ملنا چاہیئے تھا اس کمی کو پورا کرنیکی خاطر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ علاج بتایا۔ کہ اگر تم اس علاج کو استعمال کروگے یعنی استغفار سے کام لوگے تو جو کمی اُمّت کے بعض افراد کے ناقص ہونیکی وجہ سے آپؐ کی شہرت و رُتبہ میں واقع ہوگی اُس کا تدارک اور تلافی ہو جائیگی اِس صورت میں ذنب کے معنی قصور اور کوتاہی اور کمی کے ہونگے جسکی لُغتِ عرب مُؤیّد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذنب دُم کو کہتے ہیں۔ فہذا کافٍ لمن تدبّر و تفکّر۔

الجواب السادس وهو اَعْلٰها زبان عربی سے ناواقفیّت اور اُس کے تعلّق کو جو اللہ تعالیٰ اور اُسکے بندوں کے درمیان ہوتا ہے۔ نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے استغفار کے حقیقی معنی سمجھنے میں ٹھوکریں کھائی ہیں۔ استغفار جیسا کہ ظاہر ہے ثلاثی مزید فیہ کے باب استفعال سے ہے۔ جس کا مجرد غَفَرَ ہے۔ اور مغفرت اور غفران اور غفر تینوں اس کے مصدر آئے ہیں جسکے معنی لُغتِ عرب میں فقط "ڈھانکنے اور حفاظت" کے ثابت ہوتے ہیں۔۔۔۔ ملاحظہ ہو تاج العروس (غَفَرَہٗ وَیَغْفِرُہٗ) غَفْرًا (سَتَرَہٗ) و کُلّ شیءٍ سَتَرْتَہٗ فقد غَفَرْتَہٗ وتقول العرب اصبغ ثوبك بالسواد فهو اغفر لوسخه ای اَحْمَلُ له واَغْطٰی لَہٗ یعنی غفرہٗ کے معنی ہیں اُس چیز کو ڈھانکا ہر ایک چیز جسے کوئی شخص ڈھانکے۔ اُس کے متعلّق کہہ سکتا ہے۔ کہ غفرتہٗ میں نے اُسے ڈھانکا چنانچہ عرب میں منقولہ ہے۔ کہ اپنے کپڑے کو کالا رنگ دے کیونکہ اس میں میل کا پتہ نہیں چلتا وہ سیاہ ہونیکی وجہ سے میل کو چھپا لیتا ہے۔ پھر لکھا ہے۔ والغفارہ خرقة توقّی بها المرأةُ خمارها من الدُّهن کہ غفّارہ اُس کپڑے کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو عورت کی اوڑھنی کو سر کا تیل لگنے سے بچائے۔ اسی طرح منجد میں لکھا ہے۔ غَفَرَ الشیءَ و غفّر و اَغْفَرَ سَتَرَہٗ و غَطّاہ یعنی غفر اور غَفَّرَ اور اَغْفَرَ تینوں الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں "اُسکو ڈھانکا" پھر **مفردات راغب** میں لکھا ہے۔ اِلباسُ الشّیءِ ما یصونُہٗ مِنَ الدَّنَسِ کسی چیز کو وہ چیز پہنانا جو میل کچیل سے اُسکی حفاظت کرے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(اسی طرح دیکھئے دیگر کتب لغت اقرب الموارد - مجمع البحار - لسان العرب - قاموس صحاح وغیرہ) یہی وجہ ہے - کہ مِغفَر اور مِغفَرہ اُس لوہے کی ٹوپی کو کہتے ہیں جو لڑائی کے وقت سر کی حفاظت کرتی ہے - پس لفظ غفر کا اصلی مفہوم جس سے آگے دوسرے مفہوم نکالے گئے ہیں "ڈھانکنا اور حفاظت" ہے - لہٰذا استغفار کے معنی "طلبِ ستر و حفاظت" ہوئے - کیونکہ باب استفعال کا خاصہ طلب ہے ؛

اب چونکہ فطرتِ انسانی بموجب ارشاد ربّانی خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا کمزور واقع ہوئی ہے - اور فی ذاتہا اس قدر طاقت اور قوّت اُسے حاصل نہیں کہ بُری کششوں سے کما حقہ اپنے آپ کو بچائے رکھے اور یہ اس لئے ہُوا تا اسے احساس رہے - کہ مَیں اپنے سے بالا کسی دوسری ہستی کی محتاج ہوں اور تا اُسے بے نیازی کا دم مارنے کی جرأت نہ ہو - اس لئے ضروری تھا کہ انسان اِس کمزوریِ فطرت ضعیف کے آثار و نتائج مہلکہ سے بچنے کیلئے اپنے ناصر و مددگار مولا سے مدد و حفاظت طلب کرتا بغیر اس بحث کے کہ وہ طالب نصرت و حفاظت گنہگار بھی ہے یا نہیں - پس اس مفہوم کو جو استغفار کا صحیح اور اصل مفہوم ہے مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی معصوم سے معصوم ہستی بھی اس سے مستغنی نہیں ہو سکتی بلکہ برخلاف اسکے سب سے زیادہ مشتاق اور اس کی طرف مائل نظر آویگی کیونکہ وہ شخص جو عالم عصمت سے ذرا بھی آشنائی حاصل کر لیتا ہے - اُسے اُس کا دل چین کی نیند ہرگز نہیں سونے دیتا - جب تک کہ وہ اس سے پورا پورا محظوظ نہ ہولے اور اُس کا یہی ایک ذریعہ کہ جتنا ہو سکے دعائے استغفار سے زیادہ کام لے جس حد تک وہ اس سے کام لیگا اُسی قدر وہ سرور خنکی - اور لذّت من اللہ کو حاصل کریگا -

پس وہ لوگ جن کی نظریں نہایت اعلیٰ ترقیات پر پڑ رہی ہیں استغفار تو ان کے لئے بطور آلۂ کار کے ہے - وہ اسے خوب استعمال کرتے ہیں کیونکہ زیادتی بہر حال مفید مطلب سالکین ہے لیکن جو لوگ اپنے ظلماتی خیالات کے سمندر میں غرق ہیں اور عالم عصمت کی چاشنی سے بے نصیب و محروم - وہ تو اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے کیونکہ اُنہیں اس سے کسی قسم کا جوڑ نہیں ہوتا - ان کی قوّتِ فاعلہ کام کرنے سے بالکل رہ جاتی ہے - نورِ فطرت قریباً بجھ جاتا ہے - ان کی مثال بعینہٖ اُس شخص کی سی ہوتی ہے - جسے شفاف و شیریں چشمہ سے حظ اُٹھانا نصیب نہ ہُوا ہو صرف گندے اور مکدّر پانی پر ہی گذارہ کرتا ہو اور گذارہ کرنا غنیمت سمجھتا ہو اور ماءِ معین کا خیال تک اُس کے دل میں نہیں گذرتا اور آئے کس طرح ؟ جب کہ وہ یہ سمجھے بیٹھا ہوتا ہے - کہ اس سے بڑھکر دنیا بھر میں صاف اور میٹھا پانی کسی کو نصیب نہیں ہوگا اور اس پانی کا کسی اور جگہ سے دستیاب ہونا ناممکن ہے - اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں - اَفَلَا يَتُوبُونَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهٗ وَاللّٰهُ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غفور رحیم یعنی ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ توبہ اور استغفار سے کام نہیں لیتے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ صاحبِ مغفرت و رحیم ہے"۔ پس کثرت استغفار تو حصول مدارج عُلیا غیر متناہیہ کا ذریعہ ہے۔ جو شخص جس مقدار سے اسے استعمال کریگا۔ اسی قدر ترقی سے فیض یاب ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سب سے سبقت لے گئے۔ کیونکہ حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایک دن میں ستّر ستّر۔ سَو سَو دفعہ استغفار کرتا ہوں۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ استغفار کے معنی کو ایک وسعت حاصل ہونیکی وجہ سے "سرزد شدہ گناہوں کی سزا سے بچنے" کے مفہوم میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کا مفہوم اوّلی و ذاتی ہی غت ربود ہو گیا۔ چنانچہ میں دکھاتا ہوں کہ قرآن کریم میں مغفرت اور غفران سے صرف سرزد شدہ گناہوں کی ہی بخشش مراد نہیں بلکہ آئندہ سرزد ہونیوالے گناہوں سے بچنے کو بھی انہی الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فرمایا:۔

(۱) اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ وہ لوگ جو بدی سے بچے اور نیک کام کرتے رہے ان کیلئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ اب اگر مغفرت اور غفران کے مفہوم کو یہیں تک محدود قرار دیا جائے۔ کہ سرزد شدہ گناہوں کی سزا سے گنہگار کو بچانا" تو بتائیے وہ لوگ جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے۔ یعنی جو بدی سے کنارہ کش رہے۔ اور صرف یہی نہیں کیا بلکہ انہوں نے اعمال صالحہ بجالانے میں جانفشانی سے حصہ لیا ان کیلئے لفظِ مغفرت کا استعمال کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے اس کلام پاک میں مغفرت کا لفظ ان لوگوں کے حق میں استعمال ہو گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس لفظ کے مفہوم کو مذکورہ بالا معنی میں ہی محدود رکھنا ایک غلطی ہے۔ دوسری آیت ملاحظہ ہو (۲) وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ جنت میں جنّتیوں کے لئے ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور ہر قسم کے پھل مہیّا ہونگے۔ نصوص قطعیّہ قرآنیہ سے ثابت و مدلّل ہے۔ کہ جنّتی جنّت میں رہ کر کسی صورت میں گناہ کے مرتکب نہیں ہو سکتے ارتکاب تو کجا بموجب لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا کوئی ایسی ویسی بات اُنکے سُننے میں بھی نہیں آسکتی (دیکھو مفصّل عصمتؑ ۲) قریباً ہر مذہب اس کا مؤیّد ہے۔ تو اگر لفظ مغفرت کی مفہوم بالا تک تحدید مسلّم ہو تو بتائیے کہ اہل جنّت کیلئے مغفرۃ من ربھم کا استعمال کس جہت سے صحیح ہوگا (۳) پھر جب جنّتی محفوظ ہیں تو ان کی اس دعا رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا کو کن معنوں پر محمول کیا جائیگا ÷

یہ تو دو تین معارضات تھے جو بیان ہو لئے۔ اب میں اس بات کا ثبوت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو بالکل بے گناہ ٹھیرایا ہے۔ اور بے گناہ ٹھیراتے ہوئے پھر اُسکے حق میں لفظ غفران د

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مغفرت کو استعمال فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:-

(۱) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ یعنی اللہ نے تم پر مردار۔ خون۔ سؤر کے گوشت کو اور اُس کو جو غیر اللہ کا نام لیکر پکاری جائے حرام کیا ہے مگر جو مجبور ہو جائے۔ درآنحالیکہ اسکو کسی قسم کی رغبت نہ ہو اور نہ وہ زیادتی سے کام لینے والا ہو تو اسپر کسی قسم کا گناہ عائد نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے" اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجبور شخص کو بالکل بے گناہ قرار دیا ہے۔ اب باوجودیکہ وہ شخص بالکل بری اور بے گناہ ہے پھر خدا تعالیٰ اُس کے متعلق اپنی صفتِ غفور کو بیان فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں بخشنے والا ہوں بھائی جب اُس بیچارے نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا تو اسکے بخشنے کے کیا معنی؟ اس کا تعلق تو جبھی متحقق ہو سکتا ہے۔ جب اُس سے پہلے ارتکابِ جرم کا بیان مذکور ہو مگر ایسا نہیں پس اگر معترض کے قول کو سچا مان لیا جائے اور مغفرت کے وسیع مفہوم کو اسی ایک مفہوم قاصر میں محدود تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس آیت کے کچھ معنی بن ہی نہیں سکتے کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس نے گناہ تو کیا مگر چونکہ خدا تعالیٰ غفور ہے اس لئے اس نے بخش دیا تو اس سے قولِ خداوندی فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ کو لغو قرار دینا پڑیگا کیونکہ اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ اس حالت میں قطعاً کسی جرم کا مرتکب ہی نہیں ہوا اور بقول شما مغفرت یہ چاہتی ہے۔ کہ کوئی گناہ ضرور ہو۔ اور اگر کہا جائے کہ واقعی اس شخص کا کوئی گناہ نہیں تو پھر بمطابق مفہوم معترض فرمانِ الٰہی اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ زائد ٹھیرا اور یہ بہرحال غیر مسلّم ہے کہ کوئی قولِ الٰہی خالی از حکمت اور زائد علی الضرورت ہو۔ پس ثابت ہو گیا کہ لفظ مغفرت اس مفہوم کے علاوہ اس سے اعلیٰ کوئی اور مفہوم بھی اپنے اندر رکھتا ہے جس سے معترض بالکل بے بہرہ و ناآشنا ہے۔

(۲) دوسری آیت فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَیْنَھُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ جو شخص وصیّت کنندہ کی طرف سے میلان یا گناہ کے متعلق خوف کھائے اور کچھ اصلاح سے کام لے تو یہ امر کسی گناہ کا موجب نہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔" اس آیت شریفہ میں نیک نیّتی سے اصلاح کرنے والے کو بالکل بے گناہ قرار دیکر اس کے متعلق فرمایا! اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ پس اگر مُصلح گنہگار ہی نہیں تو اُس کی بابت اللہ تعالیٰ کا اپنی صفتِ غفور کو بیان فرمانا چہ معنی دارد؟ اور اگر وہ گنہگار ہے تو جملہ لَآ اِثْمَ عَلَیْہِ کا کیا مطلب؟

خلاصہ کلام یہ کہ استغفار کا مفہوم اوّلاً وبالذات فقط "طلبِ حفاظت و ستر" ہے۔ اسکے بعد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کی وسعت کی وجہ سے اُس کو سرزد شدہ گناہوں پر پردہ پوشی اور ان کی سزا سے محفوظ رکھنے کے لئے استعمال کر لیا گیا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مفہوم ثانی در فرعی میں استعمال ہونیکی وجہ سے اس کا مفہوم ذاتی ہی نسیاً منسیاً ہو گیا کیونکہ حقیقت کا ترک متعذر اور قرینہ قویّہ کے بغیر ممنوع ہے۔ پس ما ماکہ لفظِ مغفرت دو نو مفہوموں پر مشتمل ہے۔ مگر مفہوم اوّلی کو بغیر کسی وجہ کے متروک قرار دینا اور مفہوم ثانی کو مقصود بالذّات ٹھیرا لینا بالکل ناجائز ہے حالانکہ مفہوم اوّل مفہوم ثانی کی نسبت اکمل و اتم ہے۔ کیونکہ حفاظت دو طور سے ہوسکتی ہے۔ اوّل اس طرح کہ انسان اپنی صحت کا اچھی طرح خیال رکھے اور کوئی بیماری اُسے لگنے ہی نہ پائے اور یہی کامل حفاظت ہے۔ دوم اس طرح کہ بیماری تو لگ جائے مگر مریض موجباتِ صحت کا اتنا کافی انتظام کرلے کہ جس سے اُس کا مرض رفع دفع ہو جائے یہ بھی ایک حفاظت ہے مگر یہ حفاظت ناقصہ ہے۔ نہ کہ کاملہ۔ اسی طرح گناہوں سے کامل حفاظت یہی ہے۔ کہ ان کو دائرۂ عمل میں گھسنے ہی نہ دیا جائے اور اگر وہ گھس آویں تو تدارک مافات کا بخوبی انتظام کر لیا جائے لیکن قسم دوم قسم اوّل کے مقابل ناقصہ اور قاصرہ کہلائیگی۔ حاصل یہ کہ استغفار کا صرف یہی مفہوم نہیں کہ سرزد شدہ گناہوں کی سزا سے حفاظت طلب کی جائے بلکہ مفہوم ذاتی جو اعلیٰ و اکمل کہلانے کا مستحق ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ گناہوں کے خیز۔ قوّہ سے حیزّ فعل میں نہ آنیکے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد و حفاظت طلب کی جائے چنانچہ امام رازی علیہ الرحمۃ نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے۔ فرمایا "المراد توفیق العمل الحسن و اجتناب العمل السیّئ و وجھہ انّ الاستغفار طلب الغفران و الغفران ھو الستر علی القبیح و من عصم فقد ستر علیہ القبائح و معنی طلب الغفران ان لا تُفضِحنا و ذٰلک قد یکون بالعصمۃ منہ فلا یقع فیہ کما کان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم و قد یکون بالسّتر علیہ بعد الوجود (تفسیر کبیر جلد ۷) خلاصہ مطلب یہ کہ غفران کے معنی پردہ پوشی کے ہوتے ہیں اور وہ بدو طور ہوتی ہے۔ اوّل اس طرح کہ گناہ کو ظاہر ہی نہ ہونے دیا جائے دوم اس طرح کہ گناہ ہو گئے ہیں اُس کے بعد ان پر پردہ ڈالا جائے شق اوّل میں حضور پُرنور سیّد المعصومین داخل ہیں و خالامر واضح۔ کہا جاسکتا ہے۔ کہ جب استغفار دونو مفہوموں پر مشتمل ہے تو بقرینہ صارفہ لفظ ذنب ہم اُسکو مفہوم ثانی کا مظہر قرار دیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بفرض محال ذنب بمعنی جرم ہی لے لیا جائے تو پھر بھی بیان سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ وہ گناہ وقوع میں آیا کیونکہ اسی گناہ سے کامل حفاظت اللہ تعالیٰ سے طلب کی جارہی ہے۔ دوم ذنب کے معنی ضروری نہیں کہ جرم ہی کے ہوں آؤ اس کی تحقیق کریں :-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طریقِ استدلال قرآن سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ لفظ ذنب عام ہے۔ یعنی جُرم کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور غیر جُرم کے معنوں میں بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ جہاں کہیں یہ لفظ استعمال ہو وہاں ہی ہم اسے جُرم کے معنوں میں لیں کیونکہ جُرم بالفاظ دیگر نافرمانی۔ عصیان۔ تعدی حدود اللہ کا نام ہے۔ اسی لئے مُجرم کو قابلِ سزا قرار دیا گیا ہے مگر کہیں سے ثابت نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مطلق مُذنِب کو بھی قابلِ سزا ٹھیرایا ہو۔ اگر یہ دونو لفظ مترادف اور متشارک المعنی ہوتے تو چاہیئے تھا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے مطلقاً مجرمین کو قابل سزا ٹھیرایا ہے ویسا ہی مذنبین کو بھی مطلقاً قابل سزا ٹھیراتا۔ مَیں پھر اس بات کو دُہراتا ہوں کہ میرا المقصود صرف یہ ہے۔ کہ ذنب بمعنی جُرم بھی آیا ہے۔ اور بمعنی غیر جُرم بھی۔ کسی کا اس لفظ کو محض جُرم کے معنوں میں لے لینا۔ صرف سینہ زوری اور تحکّم کہلائیگا اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ خدا نے مجرم کو قابلِ سزا بتایا ہے۔ اور مطلقاً مذنب کو سرزنش نہیں کی۔ اگر وہ مساوی المفہوم اور یکساں تھے۔ تو چاہیئے تھا کہ مُذنِب بھی مجرم کی طرح زیرِ عتاب ہوتا۔ چنانچہ دیکھیئے فرماتا ہے۔ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طعام الاثیم کہ تھوہر کا درخت اثیم کا کھانا ہے۔ اس آیت میں اَثیم قابل سزا ٹھیرایا گیا ہے۔ الّذین فَسَقُوْا فَمَاْوٰھم النّار جن لوگوں نے فسق اختیار کیا ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ اس میں فسق کی سزا بیان فرمائی۔ اِنَّہٗ مَن یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَھَنَّمَ کہ جو اپنے ربّ کے پاس مجرم ہو کر آئیگا اُس کا ٹھکانا جہنّم اُسکے لئے ٹھیرا ہے۔ اس میں مجرم کی سزا جتلائی۔ اور سزائے کفر کے متعلّق تو قرآن بھرا پڑا ہے۔ پس مطلقاً مجرم۔ اثیم۔ فاسق۔ کافر کے لئے سرزنش مقرر ہے۔ اگر لفظ مذنب الفاظ مذکورہ کا مترادف وہم معنی ہوتا تو چاہیئے تھا۔ کہ اس کے حق میں بھی سزا کا حکم جاری ہوتا۔ مگر قرآن سے اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ پس یہ ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ کہ لفظ ذنب بلحاظ معنی کے عام ہے۔ جُرم کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے اور غیر جُرم کے معنوں میں بھی جیسے ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون میں بمعنی جُرم استعمال ہوا ہے۔ اور ہر دو آیات زیرِ بحث میں بمعنی انسانی کمزوری۔ جس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں لفظ جُرم فسق۔ اثم۔ جناح بمعہ اپنے مشتقات کے قریباً دوسَو دفعہ واقع ہوا ہے۔ اور لفظ ذنب قریباً چالیس دفعہ لیکن باوجود اس کثرت کے یہ نہیں ہوا کہ ان الفاظ یا ان کے مشتقات میں سے کوئی ایک کسی نبی کے حق میں بجائے لفظ ذنب کے استعمال کیا گیا ہو۔ پس یہ ایک زبردست قرینہ ہے کہ لفظ ذنب انبیاءؑ کے حق میں بمعنی جُرم استعمال نہیں ہوا۔ اگر یہ لفظ فقط بمعنی جُرم ہی ہوتا تو چاہیئے تھا۔ کہ ان الفاظ میں سے کسی کو ایک دفعہ کسی ایک نبی کے حق میں بولا جاتا مگر ایسا نہیں ہوا۔ پس انبیاءؑ کے حق میں لفظ ذنب کو جرم کے معنوں میں لینا خلاف عقل و نقل ہے۔

پس یہ دو باتیں زبردست گواہ ہیں۔ کہ معترض کے معنی قطعاً قطعاً غلط ہیں اور وہ ہی اس کے اعتراض کی بُنیاد تھے۔ آیت کی اس تشریح کے بعد میرے خیال میں کوئی دانا شخص اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان دو آیات کے حل کو میں ایک سوال پر ختم کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر استغفار کو معترض کے منشاء کے مطابق تسلیم کیا جاوے تو اسپر ایک سوال ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ان دونو آیات کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا فتحنا لك فتحًا مُبینًا لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تأخّر کہ ہم نے تیرے تمام گناہ اگلے اور پچھلے معاف کر دیئے جب ایسا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا دوبارہ اس کے بعد فسبّح بحمد ربّك واستغفرہٗ کا حکم دینا اپنے اندر کیا حکمت رکھتا ہے؟ خاکسار محمد صادق چغتائی کنجاہی

تکبّر کی مذمّت

اِنّہٗ لَا یُحِبُّ المتکبّرین

(۱)

موجودہ زمانہ میں جہاں اسلامی احکام سے ناواقفیّت کی وجہ سے دیگر بہت سے عیوب مسلمانوں میں پیدا ہو چکے ہیں۔ وہاں تکبّر اور غرور بھی جسے شریعت اسلامی نے انسان کے اخلاق و عادات اور اُسکے تقویٰ و طہارت کے لئے خطرناک زہر قرار دیا ہے لوگوں میں کُھلا کُھلا نظر آتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس کا سب سے پہلا گناہ جس کی وجہ سے وہ الٰہی بارگاہ سے دھتکار دیا گیا۔ یہی تکبّر تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے اُسے آدم کے آگے سربسجود ہو جانے کا حکم دیا۔ مگر ابیٰ واستکبرَ اُس نے انکار کیا اور تکبّر کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے اُسے کہا گیا۔ اِنّ علیك لعنتی الیٰ یوم الدین۔ پس اسی طرح متکبّر انسان بھی اگرچہ تکبّر اور غرور سے اپنی عزّت و بڑائی چاہتا ہے مگر آخر وہ ذلیل ہوتا ہے اور اُس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو کیا ہی پاک نصیحت فرماتے ہیں۔ کہ ولا تصعّر خدّك للناس ولا تمش فی الارض مرحا۔ اِن اللہ لا یحبُّ کل مختال فخور (پ ۲۱) یعنی اے بیٹے تکبّر سے اپنا مُنہ لوگوں سے مت پھیر۔ اور زمین میں اکڑ کر چل۔ خدائے ذوالجلال اِترانے والے شیخی خورکو کبھی بھی پسند نہیں فرماتا۔

ایک دوسرے موقع پر قرآن مجید نے تکبّر سے عجیب حکیمانہ طریق پر روکا۔ اور فرمایا۔ ولا تمش فی الارض مرحا۔ انك لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا۔ کل ذٰلك کان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیّئہٗ عند ربّک مکروھا۔ (بنی اسرائیل) اے انسان تو زمین پر اترا کے مت چل۔ زمین کو تو پھاڑ نہیں سکیگا۔ اور پہاڑ کے برابر تو اونچا نہ ہو سکیگا۔ پھر تکبّر کا تجھے کیا فائدہ ؟

نہایت کُھلے لفظوں میں قرآنِ مجید نے فرما دیا۔ کہ انّہٗ لا یحبُّ المتکبرین۔ یعنی خدا کے حضور متکبّر انسان کبھی عزّت حاصل نہیں کرسکتے۔ اور اُسکی محبت کے انعام سے وہ کبھی بھی حصّہ نہیں لے سکتے ؟

پس تکبّر ایسی بلا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے انسان اپنے رحیم و کریم مولیٰ کی محبّت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور اُسکے غضب کا نشانہ بن جاتا ہے۔ بلکہ آخر کار وہ جہنّم کی آگ میں داخل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنّم داخرین۔ کہ ایسے تمام لوگ جو میرے بندوں سے متکبّرانہ طور پر پیش آتے ہیں۔ وہ جہنّم میں ذلّت اور رسوائی کے ساتھ داخل کیئے جائینگے۔ پھر فرمایا کہ فادخلوا ابواب جھنّم خالدین فیھا فبئس مثوی المتکبّرین۔ یعنی ہم بروز قیامت متکبّرین سے کہینگے۔ کہ آؤ اب جہنّم کی آگ میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارا بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ کیونکہ تم نے جو کچھ دنیا میں کیا تھا۔ وہ بھی بہت بُرا اور ناروا تھا ؟

پھر متکبّر انسان اپنے غرور میں اکثر اوقات ہدایت و رُشد سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ اور ضلالت و گمراہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ واذا قیل لہ اتّق اللہ اخذتہ العزّۃ بالاثم۔ کہ جب اُنہیں کہا جائے۔ کہ توبہ کرو اور خدا سے ڈرو۔ تو اُن کا غرور اور تکبّر اُنہیں گناہ پر کھینچ لاتا ہے۔ اور وہ بجائے نصیحت ماننے کے اور بھی زیادہ گناہوں میں ترقی کر جاتے ہیں فحسبہٗ جھنّم۔ پھر فرمایا۔ کہ واذا تتلیٰ علیہ اٰیاتنا ولّیٰ مستکبراً کان لم یسمعھا کانّ فی اذنیہ وقرا فبشّرہ بعذاب الیم۔ یعنی جب متکبّر انسان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبّر سے اپنی پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ گویا کہ اُس نے کچھ سُنا ہی نہیں تھا۔ اور گویا کہ اُسکے کان بوجھل ہیں۔ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی تو خبر دیدے ؟

یہ وعید ہیں جو خدا کے پاک کلام میں متکبّروں کی نسبت آئے۔ اور دراصل قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے کہ تکبّر صرف دو ہی شخصوں کا شیوہ ہے۔ ایک کافر کا اور دوسرے منافق کا۔ مومن انسان تکبّر سے ایسا ہی دُور ہوتا ہے۔ جیسا مشرق مغرب سے۔ یا زمین آسمان سے۔ بلکہ اس سے بھی دُور تر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فالّذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ قلوبھم منکرۃ وھم مستکبرون (پ ۱۴) جو آخرت پر ایمان نہ لائیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُنھی کے دل انکار کرتے ہیں - اور وہی شیوۂ غرور اختیار کرتے ہیں - پھر منافقوں کی نسبت بھی فرمایا - کہ رأیتہم یصدّون وھم مستکبرون - (پ ۲۸) منافق جادۂ ہدایت سے پیچھے ہٹتے ہیں اور تکبّر و غرور اختیار کرتے ہیں

پس قرآنِ مجید کی رُو سے تکبّر کفّار و منافقین کا شیوہ ہے - اور جبکہ قرآن اتنے زور سے تکبّر کی ممانعت کرتا ہو - تو ہر ایسے شخص کا جو قرآنِ مجید کی اتباع کا دم بھرتا ہو - یہی فرض ہے کہ وہ اپنی تمام حرکات و سکنات کو اُدخلوا فی السلم کافۃ کے ماتحت اُنہیں اسلامی احکام کے مطابق بنائے۔ تا ایسا نہ ہو کہ وہ خدائی رحمت سے دُور ہوتا چلا جائے ÷

احادیث میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانہ برابر بھی تکبّر ہوگا - وہ جنّت میں ہرگز نہیں جائیگا - اور حدیثِ قُدسی میں ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - الکبریاءُ ردائی والعظمۃُ ازاری فمن نازعنی فی واحدٍ منھما اُلقیتُہٗ فی جھنّم (ابن ماجہ) یعنی بڑائی اور بزرگی صرف میرے شایانِ شان ہے - جو شخص اِن دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز میں بھی مجھ سے منازعت کریگا - پس اُسے آگ میں داخل کرونگا - اور رسولِ کریم صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے اِزار کو غرور سے لٹکائے لیکھے اللہ تعالیٰ اُس شخص کی طرف بھی نظرِ رحمت سے نہ دیکھیگا ÷

دنیا میں جس قدر بھی متکبّرین ہوئے ہیں - اُن کے حالات کو اگر دیکھا جائے تو یقیناً معلوم ہوگا کہ بالآخر وہ سب کے سب ذلیل و نامراد ہوئے فرعون نے تکبّر کیا - اور انا ربّکم الاعلیٰ کہا - آخر کیا حشر ہوا - نمرود نے بھی زور دکھایا - مگر کہتے ہیں کہ ایک مچھّر نے اُس کا کام تمام کر دیا - علاوہ ازیں تکبّر کا اصل سبب یہ ہے کہ انسان اپنی ابتدا پر غور نہیں کرتا - اور اپنے آپ کو کوئی خاص چیز سمجھنے لگ جاتا ہے - حالانکہ ابتدا پر اگر انسان اپنی نظر دوڑائے - اور اپنے انتہا کو وہ دیکھے تو تکبّر اُس سے یقیناً دُور ہو جائے - ابتدا انسان کی کیا ہے - ایک نجس اور ناپاک چیز - الم یک نطفۃً من منیٍّ یُمنیٰ - پھر انتہاء یہ کہ فنا اُسکے ساتھ لگی ہے - اور قبر میں اُس کو فروکش ہونا ہے - اور یہی جسم کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بن جاتا ہے - کیا اِسی جسم پر اُسے ناز ہے - اور کیا اِسی صحت پر اُسے غرور - حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کیا خوب فرماتے ہیں - کہ انسان بھلا کیا تکبّر کر سکتا ہے جو ایک نجس چیز سے پیدا ہوا - اور نہ ایک بار بلکہ دو دفعہ پیشاب کے رستہ سے نکلا - مگر افسوس کہ بہت لوگ تکبّر کرتے ہیں اور انکسار اور تواضع اپنے اندر پیدا نہیں کرتے - حالانکہ رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کے لئے تواضع اور انکساری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اختیار کرتا ہے۔ اُسے خدا خود آپ عزت دیتا اور بڑھاتا ہے۔ (رفعہ اللہ)

حسب و نسب پر فخر کرنا

دنیا میں کئی ایسے لوگ ہیں جو اپنے اعلیٰ حسب و نسب پر مغرور ہوتے ہیں۔ اور چونکہ وہ معزز خاندان میں سے ہوتے ہیں۔ اسلئے وہ دوسروں کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ اگر غور کریں۔ تو اُنہیں صاف صاف نظر آجائے کہ تمام بنی نوع انسان آدم و حوا (علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام) سے پیدا ہونے کی وجہ سے ایک طرح کی مساوات اور برابری رکھتے ہیں اور جبکہ اصل ایک ہوئی۔ تو پھر عارضی بڑائی پر تکبر کرنے سے کیا حاصل۔ اور اگر انجام کے لحاظ سے دیکھو۔ تو اُسکا مدار تقویٰ اور طہارت پر ہے نہ کہ حسب و نسب پر۔ اگر ایک شخص متقی ہے اور احکام اسلام پر عمل پیرا ہے تو وہی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور پسندیدہ ہے۔ اگرچہ وہ نسب کے لحاظ سے ایسا اچھا نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اور رسول کریم صلعم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مقام منیٰ میں جو خطبہ پڑھا۔ اُس میں بھی فرمایا۔

"اے لوگو! تم سب کا ایک خدا ہے۔ تم میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں۔ مگر زہد اور تقویٰ کے ساتھ۔ عرب والوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ عجمیوں پر فخر کریں۔ اور اسی طرح عجمیوں کے لئے بھی جائز نہیں۔ کہ وہ عربوں پر فخر کریں۔ اسی طرح کالے کو سُرخ پر اور سُرخ کو کالے رنگ والے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ مگر یاد رکھو۔ صرف تقویٰ اور طہارت کے ساتھ"

اور پھر تعجب یہ کہ دنیا میں بھی حسب و نسب کسی کام نہیں آتا۔ بلکہ لیاقت اور استعداد ہمیشہ پوچھی جاتی ہے۔ پس ایسا شخص خسر الدنیا والآخرۃ کا صحیح مصداق بنتا ہے ؎

حُسنِ صورت پر فخر

پھر بعض لوگ اپنے حُسن اور خوبصورتی کی وجہ سے دوسروں کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اور وہ نہیں سوچتے کہ جو بھی صورت ہے اگرچہ وہ مثلِ یوسف ہے۔ مرنے کے بعد وہ خاک میں ملیگی اور مٹی اسے کھا جائیگی۔ پھر ایسی زوال پذیر حُسن پر اتنا غرور؟ جبکہ آٹھ دس روز بخار آنے سے اور یا چار پانچ دستوں کے آجانے سے ہی تمام انسانی حُسن کافور ہو جاتا ہے۔ تو ایسی ناپائدار چیز پر اتنا غرور بالکل بیہودہ امر ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن آدم پر بڑا ہی تعجب ہے کہ روزانہ دن میں دو دفعہ یا ایک مرتبہ ضرور ہی اپنا پاخانہ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے۔ اور پھر تکبّر اور غرور کرنے سے نہیں رُکتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دنیا میں ہزاروں حسین ہوئے - اور ہزاروں موجود ہیں - اور ہمیشہ حسین رہینگے - مگر حُسنِ صورت کس کام کا - اگر حسنِ سیرت انسان کے اندر نہ ہو - ع سُرخ و سپید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا ٭

علم پر فخر

پھر بعض لوگوں کو اپنے علم پر گھمنڈ ہوتا ہے - حالانکہ علم کا نتیجہ ہمیشہ خشیت الٰہی اور عاجزی و انکساری ہونا چاہیئے - نہ کہ تکبّر اور غرور - وہ علم جس نے اُسے مغرور کر دیا - دراصل جہالت تھی نہ کہ علم - اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا - پس جب علم کے رکھتے ہوئے وہ متکبّر اور مغرور ہے تو اُسکی مثال کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ہے ٭

اچھے کاموں پر فخر

پھر بعض کو اپنے اعمال پر تکبّر ہو جاتا ہے - یعنی شیطان اُسے دھوکا دیتا ہے اور آہستہ سے اُسے کہہ دیتا ہے کہ دیکھ تُو نے اب بہت نیکیاں کر لیں - حالانکہ اُسے کیا معلوم کہ اُس کی نیکیاں قبول بھی ہوئی ہیں یا کہ نہیں - اور مومنوں کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ وہ نیکیاں صبح و شام کرتے ہیں مگر ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے وہ ضائع ہی نہ ہو جائیں - یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ ٭

مال و دولت پر فخر

پھر بعض کو اپنے اموال پر گھمنڈ ہوتا ہے - حالانکہ مال بالکل فانی چیز ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک شخص کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ اپنے دوست سے کہہ رہا تھا اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا - میرا مال تجھ سے زیادہ اور میرا جتھا نہایت مضبوط ہے - آخر عذاب نے اُسے آگھیرا - اور سب کچھ اُس کا تباہ اور برباد ہو گیا - تب بے اختیار وہ پکار اُٹھا یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِکْ بِرَبِّیْ اَحَدًا ٭

جتھے پر فخر

پھر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اپنے جتھے پر غرور ہوتا ہے - مگر عاد اور ثمود کا جتھا اُنہیں کس کام آیا - فرعون و ہامان کے لشکر آخر کدھر چلے گئے - انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں بڑی بڑی جماعتیں کھڑی ہوئیں - مگر وہ کاٹ ڈالی گئیں - حکومتیں مٹ جاتی ہیں - سلطنتیں تباہ ہو جاتی ہیں - پھر جتھے پر گھمنڈ کیسا ؟

طاقت و قوت پر فخر

پھر بعض کو اپنی طاقت اور قوت پر غرور ہوتا ہے - حالانکہ اگر ایک مکھی بھی اُن سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اُس سے واپس نہیں لے سکتے ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ٭

الغرض یہ تمام باتیں جن پر تکبّر کیا جاتا ہے - اگرچہ فی نفسہٖ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمتیں ہیں - مگر ان پر فخر اور غرور کرنا اور دوسروں کو حقیر اور ذلیل جاننا اِن نعمتوں کے زوال کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باعث بنجاتا ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے گنہگار ہونے کو یہی بات بڑی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "شرائط بیعت" میں بھی ایک شرط یہ رکھی ہے کہ بیعت کنندہ:-

"کبر اور تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دیگا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ایک تحریر

مگر چونکہ تکبّر ایک ایسی بُری بلا ہے کہ بسا اوقات انسان تکبّر اور غرور کا ارتکاب کرتے ہوئے بھی اپنے آپکو متکبّر نہیں سمجھتا۔ اور چونکہ تکبّر نہایت باریک در باریک راہوں سے بھی ہوجاتا ہے اسلئے مَیں اُس کی وضاحت کے لئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تحریر پیش کرتے ہوئے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ حضور اپنی کتاب نزول المسیحؑ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تکبّر سے بچو۔ کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شائد نہیں سمجھوگے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو۔ کہ مَیں خدا کی رُوح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اُس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہُنرمند ہے وہ متکبر ہے۔ کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اُسکو دیوانہ کردے۔ اور اُس کے اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے۔ اس سے بہتر عقل اور علم اور ہُنر دیدے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصوّر کرکے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اُسکو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ قادر ہے۔ کہ اُسپر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایکدم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اُسکے اُس بھائی کو جسکو وہ حقیر سمجھتا ہے اُس سے بہتر مال و دولت عطا کردے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حُسن اور جمال اور قوّت اور طاقت پر نازاں ہے۔ اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اُسکے بدنی عیوب لوگوں کو سُناتا ہے وہ بھی متکبّر ہے۔ اور وہ اُس خدا سے بے خبر ہے۔ کہ ایک دم میں اُسپر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھائی سے اسکو بدتر کر دے۔ اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدّت دراز تک اُسکے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں۔ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کرکے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبّر ہے۔ کیونکہ قوّتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اُس نے شناخت نہیں کیا۔ اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو! اِن تمام باتوں کو یاد رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبّر ٹھیر جاؤ۔ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سُننا نہیں چاہتا اور مُنہ پھیر لیتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اُسکے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دُعا کرنیوالے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مُرسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا۔ اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مُرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اُسکی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا۔ اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حِصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہو۔ تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو۔ اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبّت ممکن ہے تم اُس سے کرو۔ اور جسقدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ۔ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو" صٓ ۲۴

انگلستان کا مشہور اخبار کوارٹرلی ریویو جلد ۲۷ صفحہ ۹ سنہ ۱۸۶۹ء کی اشاعت میں لکھتا ہے :- "اسلام ایک زندگی بخشنے والی چیز ہے ہزاروں سودمند جوہروں سے مشحون ہے اور یہ کہ محمد (صلعم) نے مروت کی سنہری کتاب میں اپنے لئے جگہ حاصل کی"

ریورنڈ جی ایم راڈویل اپنے آرٹیکل مطبوعہ سنہ ۱۸۶۱ء صفحہ ۲۳ میں قرآن پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :- "دلیلوں سے ثابت ہے کہ محمد (صلعم) کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور بت پرستی کی ذلت سے چھوڑا دیں اور یہ کہ نہایت مرتبہ کی خواہش انکی یہ تھی کہ سب سے بڑے امر حق یعنی توحید الٰہی کا جو انکی روح پر بدرجہ غایت مستولی ہو رہی تھی اشتہار کریں تو مزاحم اس امر کا باعث ہوا کہ انہوں نے اپنے آپکو خدا کا رسول امین باور کرا لیا محمد (صلعم) کی سیرت ایک عجیب نمونہ ہے اس قوت اور حیات کا جو ایسے شخص میں ہوتی ہے جسکو خدا اور قیامت پر اعتقاد کامل ہو۔ ہاں انکی ذات کریم اور تیسری سی ہمیشہ انکو منجملہ ان لوگوں کے تصور کیا ہے جنکو ایمان اور اخلاق اور اپنی ابناء جنس پر ایسا اختیار حاصل ہو جو کسی اور کو نہیں ہو سکتا ان لوگوں میں انکو سمجھنا چاہیئے جنکی کوششیں کسی بڑے امر حق کی اشاعت کیلئے کامیاب ہونگی"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسلامی پردہ*

تمہید اس وقت میں ایک ایسے مضمون (پردہ) پر کچھ عرض کرونگا۔ جسکو اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان تقویٰ کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اور تقویٰ ہی وہ چیز ہے جو قربِ الٰہی تک پہنچانے کا واحد ذریعہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتّقا ہے ✣ اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

لیکن افسوس کہ آج اس مسئلہ کو ایسی بے دردی سے ٹھکرایا جارہا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ دشمنانِ اسلام تو اسپر پہلے ہی معترض تھے لیکن غضب تو یہ ہے کہ اب وہی مسلمان جو اپنے آپکو ابن قیّم کے حامل خیال کرتے تھے۔ اسکے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑ گئے ہیں۔ تقریباً تمام اسلامی سلطنتوں نے اسکے خلاف جہاد شروع کردیا۔ مردوں سے اس کے متعلق جو شقاوت ظہور پذیر ہونی تھی وہ تو خیر خود عورتیں ہی اس سے سبکدوشی چاہتی ہیں۔ اس جگہ اگر یہ کہا جائے۔ ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ تو بیجا نہ ہوگا ✣

افراط و تفریط غور سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ ذہنیت دو باتوں کا نتیجہ ہوسکتی ہے (۱) پردہ کا غلط استعمال۔ جوکہ مسلمانوں میں شروع ہوگیا تھا اور جسکے ماتحت عورت کو قیدی کی طرح گھر کے اندر رکھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اسکو باہر کی ہوا لگانا بھی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اسکا لازمی نتیجہ ایک زبردست انفعال تھا جس سے کہ اسوقت ہم کو دوچار ہونا پڑا ہے۔ (۲) غلط آزادی۔ جو کہ اسوقت دنیا پر مستولی ہے۔ اس آزادی نے اسقدر گہرا اثر کیا ہے۔ کہ بیوی خاوند سے جدا ہو رہی ہے اور خاوند بیوی سے۔ وہ حکمت اعلیٰ جس کا نتیجہ انسان اشرف المخلوقات تھا۔ آج سخت بیرحمی سے جھٹلایا جارہا ہے۔ اور تعلقات زناشوئی سے انکار کیا جارہا ہے۔ وہ

---

* یہ مضمون جو میں نے خواتین کے پچھلے سالانہ جلسے پر پڑھا تھا۔ بعض احباب کے اشتیاق اور محترمہ راقمہ روئداد جلسہ کے مطالبہ پر کہ اسے شائع کردیا جائے۔ اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اسکی اشاعت بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر (جن میں سے میری خرابیٔ صحت اور ملازمتی مشاغل خاص طور پر قابل ذکر ہیں) معرضِ تعویق میں پڑی رہی۔ موجودہ صورت میں بھی مجھے اسکو ان تمام حواشی سے جو کہ میں نے مضمون کی اہمیت جتانے کے لئے لکھے تھے اور زبانی تصریحات سے عاری کرنا پڑا ہے ✣

اس مضمون میں میں نے بعض دوسرے اصحاب کے خیالات سے بھی استفادہ کیا ہے ✣

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تزّوج جسکو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کی سکینت کا باعث قرار دیا تھا۔ ناشکرے اور بےراہ انسان کے پاؤں تلے کچلا جا رہا ہے ✣

دجّالی فتنہ کا اثر

چونکہ یہ مَد بھی دجّالی فتنہ کا اثر ہے اس لئے اسکا استیصال بھی ہماری جماعت کے ذریعے ہوگا (انشاءاللہ تعالیٰ) ہمیں چاہیئے کہ جس طرح مخالفین پردہ نے پردے کو ناپید کرنے کی ٹھان لی ہے۔ ہم بھی اسکی افراط و تفریط کے خلاف کمر باندھ لیں اور دم نہ لیں جب تک ان کو پردہ کے محاسن کا قائل نہ کرلیں۔ کیونکہ پردہ چھوڑنے سے محض ظاہری چادر ہی نہیں پھٹ جاتی بلکہ باطن بھی چاک چاک ہو جاتا ہے ✣

مخالفین کے اعتراض کا جواب

پردے کی ضرورت اور فوائد کو بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے اعتراض پر غور کر لیا جائے جو اس سے سبکدوشی چاہتے ہیں۔ پردہ کے خلاف اُنکا یہ اعتراض ہے کہ اس سے عورت جو قوم کی نصف ہے شعبہ زندگی میں انکے دوش بدوش حصّہ نہیں لے سکتی اس لئے پردہ اُنکی پست حالی کا ذمّہ وار ہے۔ در اصل اس اعتراض کی تہ میں وہ ذاتی غرض اور حرص کام کر رہی ہے۔ جو اسوقت مادیت نے دنیا میں پیدا کر دی ہے اور جس سے ہر ایک قوم کی یہی خواہش ہے کہ وہ دوسرے پر ہر لحاظ سے غالب آجائے۔ اس زمانہ کی مادی تگ و دو میں وہ عورت کو بھی اپنا رفیق کار بنانا چاہتے ہیں خواہ اس سے زندگی کا لطیف جوہر ضائع ہی ہو جائے۔ تاکہ وہ میدان ترقی میں دوچند طاقت لگا کر جلد از جلد اپنے مقصد کو حاصل کرلیں ✣

عورت کی خلقت کی غرض

در اصل یہ اعتراض عورت کی پیدائیش پر تدبّر نہ کرنے سے پیدا ہُوا ہے۔ عورت کی خلقت جو کہ مرد سے بالکل جُداگانہ ہے۔ اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ اسکا حلقہ عمل بھی مخصوص ہے۔ ورنہ اگر اس سے بھی وہی کام لینا مقصود تھا جو کہ مرد سے تو اختلاف جنسیّن کا کیا مطلب؟ قسام ازل نے شروع سے ہی انسان کے کام کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک کثیف جو کہ مرد کے حصّہ میں آیا ہے اور دوسرا لطیف جو کہ عورت کو ودیعت کیا گیا ہے۔ مرد اگر گھر کا روٹی کمانے والا (Bread winner.) ہے تو عورت اُس کے گھر کے لطیف شعبوں کی منتظمہ۔ یہ تقسیم عمل ہر دو کے لئے باعث رحمت ہے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِس قانون کو جھٹلا کر اس کا تلخ تجربہ کر سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں کہ زندگی انپر کسقدر دوبھر ہو جاتی ہے۔ مثلاً عورت اگر آفس جانے لگے تو لازماً جیسا کہ کسی نے لطیفہ کے طور پر کہا ہے مرد کو عورت کے کام یعنی چُولھا۔ بچّوں کی پرورش اور تربیت وغیرہ اپنے ذمّہ لینے پڑینگے۔ یا اگر وہ گھر کی زندگی سے ہی آزاد رہنا چاہیں۔ تو یہ اور بھی انکے لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موجب بلا ہوگا۔ گھر جو چھوٹے پیمانہ پر دنیا یا مملکت کا حکم رکھتا ہے۔ اسکے ممبرز کے واسطے اللہ تعالیٰ کے وسیع قوانین کے سیکھنے کے لئے ایک درسگاہ ہے۔ جس سے آزاد رہ کر وہ کسی قسم کی بھی ترقی نہیں کر سکتے۔ عورت خدا کے ابدی قانون ارتقاء کی زندہ مثال ہے۔ بچہ زندگی کا پہلا سبق ماں کی گود میں ہی سیکھتا ہے۔ قربانی یا گو اینڈ ٹیک (give & take) کی پالیسی کا راز مرد و عورت کے تعلق میں نہاں ہے۔

پس اوّل تو عورت کی خلقت ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اسکا دائرہ عمل مرد سے جُداگانہ ہے۔ پھر کیوں اس بات کا مطالبہ کیا جاتا ہے جو نیچر کے منشاء کے خلاف ہے۔ کاش! اس بات کو سمجھا جاتا کہ بچوں کی تربیت وغیرہ جو کہ عورت کے اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ اسکی حیثیت کو اسکے بیرسٹر اور منسٹر بننے سے کہیں اعلیٰ اور ممتاز بنا دیتی ہے۔ کیونکہ عورت صرف بچہ کی ہی ماں نہیں بلکہ دراصل وہ قوم کی ماں ہے۔ جس کا وہ بچہ مستقبل قریب میں ممبر بننے والا ہے۔ پھر اگر بعض اوقات بعض باتوں میں عورت کا مرد سے اشتراک بھی ہے تو کون کہتا ہے کہ اسکو ہر وقت گھر کی چار دیواری کے اندر محصور رکھا جائے جو مفہوم کہ پردہ کا اسوقت سمجھا جا رہا ہے۔ قدرت کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ عورت عضوِ معطّل کی طرح گھر میں بیٹھی رہے بلکہ وہ اپنے حلقہ میں رہ کر تکمیل کار کرے اور نہ ہی اس میں پردہ کسی قسم کا حائل ہے۔ جس بُرے انجام سے اسوقت مسلمانوں کو دو چار ہونا پڑا ہے وہ پردہ کا غلط استعمال ہے نہ کہ پردہ بذاتِ خود۔ اگر وہ پردہ کی غرض کو جو تقویٰ ہے مدِ نظر رکھتے اور اس میں تجاوز نہ کرتے۔ تو آج یہ بھیانک نظارہ دیکھنے میں نہ آتا۔ وقت ہے کہ مسلمان عورت کی خلقت اور پردہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام کو سمجھیں تاکہ انہیں بُرا دن دیکھنا نصیب نہ ہو۔

اصل پردہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اصل پردہ غضِ بصر ہے جو تقویٰ کی نشانی ہے۔ کیونکہ جو عورت تقویٰ کو مدِ نظر نہیں رکھتی اُسے محض بُرقعہ وغیرہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ لیکن ضروری ہے کہ تقویٰ کی منازل کو طے کرنے کے لئے بعض ظاہری لوازمات سے بھی کام لیا جائے۔ کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر ہوتا ہے اور بُرقعہ انہیں لوازمات میں سے ہے۔

پردہ کے فوائد اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندگی کے تمام اصولوں پر روشنی ڈالتا ہے وہ دوسرے مذہب کی طرح مذہب کی صرف بعض رسوم یا طریقوں پر ہی محدود نہیں بلکہ وہ اپنے متبع کے واسطے ایک کامل مجموعہ قانون پیش کرتا ہے۔ جہاں اس نے صحت جسمانی اور روحانی کے لئے اعلیٰ اصول بتائے ہیں وہاں وہ اخلاقیات کا بھی ایک مکمّل ضابطہ تجویز کرتا ہے۔ اعلیٰ اخلاق روحانیت تک پہنچنے کے لئے زینہ کا کام دیتے ہیں۔ اگر انسان اخلاق کی خلاف ورزی سے بد اخلاق کہلاتا ہے تو ساتھ ہی وہ گناہ کا مرتکب بھی خدا کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انپر بہت زور دیا ہے۔ تمدّن اور باہمی معاشرت اخلاق ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحت میں آتے ہیں۔ دوسری قوموں نے جو اپنا اپنا تمدّن اختیار کر رکھا ہے وہ محض انکی تربیت کا نتیجہ ہے ورنہ انکا مذہب اسکے متعلق کوئی خاص اصول بیان نہیں کرتا۔ اس لئے بعض جگہ انہوں نے اسکی اقتداء میں خطرناک غلطی کھائی ہے ٭

گناہ سے بچنے کا طریق

رُوحانیت میں ترقی کے لئے ضروری ہے کہ گناہ سے بچا جائے۔ حیا و عفت ایسی صفات ہیں جن کا وافر حصّہ عورت کو دیا گیا ہے۔ ان صفات کی حفاظت جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے دو طریق پر ہو سکتی ہے۔ یعنی باطنی اور ظاہری طور پر۔ باطنی اس طرح کہ تقویٰ کو اختیار کیا جائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تقویٰ کے حصول کے لئے ظاہری اسباب کا حکم ہے۔ مثلاً غضِّ بصر کرو۔ زینت کی جگہوں کو چھپاؤ وغیرہ٭ بدی کے دخول کے تین راستے ہیں۔ آنکھ۔ کان۔ اور جلد۔ اسلام ان راستوں کو بدی کے خلاف بند کرنے کیلئے کہتا ہے۔ پس اس نے نہایت حکیمانہ طور پر غضِّ بصر کرنے۔ غیر طبعی طور پر نہ چھونے اور دلکش آواز کو بطور راگ نہ سُننے کا حکم دیا ہے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ان باتوں کا کرنا بُرا نہیں اگر نیت بُری نہ ہو سخت دھوکہ میں ہیں۔ انکی مثال بعینہٖ اس طرح ہے جس طرح کوئی ایک نہایت نازک تختوں کی کشتی کو متلاطم اور متموج دریا کے مُنہ میں ڈالدے اور پھر امید رکھے کہ بچ جائے۔ دیکھئے ہر ایک بیماری کے لئے حفظ ماتقدّم کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص اصول حفظانِ صحت کو مدِّ نظر نہیں رکھتا اور بد پرہیزی پر بد پرہیزی کئے جاتا ہے اور پھر خیال کرتا ہے کہ بیماری میں مبتلا نہ ہوگا وہ کسقدر غلطی خوردہ ہے ٭

ڈاکٹری اصول

ڈاکٹری میں بھی زیادہ تر اب ایسے اصول کو اختیار کیا جا رہا ہے۔ کہ مریض بیماری سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ وقت دُور نہیں جب تمام امراض کیلئے حفاظتی ٹیکے دریافت ہو جائینگے۔ غضِّ بصر وغیرہ بھی روحانی امراض کے ٹیکے ہیں۔ کیونکہ جیسے وہاں درد وغیرہ برداشت کرنا پڑتا ہے یہاں بھی نفس سے سخت مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ حیرانی کی بات ہے کہ یہ لوگ دنیوی طور پر تو اِن باتوں کی پابندی کرتے ہیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں اس اصول کی انہیں سمجھ نہیں آتی ٭

بدی کسطرح پیدا ہوتی ہے

اب یہ کہ ان باتوں سے بدی کسطرح پیدا ہوتی ہے ایک باریک فلاسفی ہے مسمریزم اور ہپنوٹزم کے تجربات نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ خیالات کس طرح دماغ پر اثر کرتے ہیں (چونکہ اسکی بحث اس سے قبل ریویو کے صفحوں میں آچکی ہے اس لئے میں اس

٭ اس جگہ ایک نقشہ کے ذریعہ واضح کیا گیا کہ خیالات کس طرح مختلف حواس کی نازک جھلّیوں سے دماغ میں منتقل ہوتے ہیں اور وہاں شہوانی قویٰ کو بھڑکاتے ہیں۔ بالخصوص (آنکھ کی جھلّی کی خصوصیت سے وضاحت کی گئی) ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں جانا نہیں چاہتا)

مرد و عورت کا کھلا میل جول

یوروپین اقوام جنہوں نے ہر پہلو سے اسلام پر اعتراض کرنا اپنا فرض گردان رکھا ہے کہتی ہیں کہ شہوانی قویٰ محض پردہ کی وجہ سے بھڑک اٹھتے ہیں ورنہ اگر کھلے میل جول کو اختیار کیا جائے۔ تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسکے متعلق طویل بحث کو چھوڑ کر اسپر اکتفاء کی جاتی ہے کہ کسی کام کا مفید یا مضر ہونا اسکے نتیجہ سے دیکھا جاتا ہے۔ پس انکے کھلے میل جول کے جو نتائج ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں ؛

قدرتی طریقہ رہائش

بعض لوگ جنہوں نے بغیر طبعی طور پر اپنی فطرت کو بگاڑ لیا ہے۔ اِس دُھن میں ہیں کہ کسی دلیل سے اپنے رہے سہے دامنِ عفت کو بھی چاک کر دیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ کہ انسان کو نیچرل یا قدرتی طور پر رہنا چاہیے۔ یعنی مادر زاد ننگا اور دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ حیا محض سوسائٹی اور تمدن کا نتیجہ ہے۔ ہم اس لئے شرم محسوس کرتے ہیں کہ ہم ملبوس رہنے کے عادی ہیں۔ اگر ہم ننگا رہنا شروع کر دیں تو ہمیں اس کا کوئی احساس نہیں ہوگا۔ میرے خیال میں یہ ذہنیت سوائے اُن لوگوں کے جن کے دماغ میں کسی وجہ سے خلل پیدا ہو گیا ہو۔ اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ شرم و حیا تمدن کا نتیجہ نہیں بلکہ فطرت کی پکار ہے۔ جس کی تکمیل تہذیب و تمدن کے ساتھ وابستہ ہے۔ تمدن صحیح ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ یورپ کے تمدن کی داغ بیل ہی غلطی پر پڑی ہے۔ وہ ہر ایک چیز میں اسقدر لطیف ہو رہا ہے۔ کہ الاماں! عورتوں کی لطافت کے قصے تو آپنے پڑھے ہی ہونگے۔ اب وہ اس لطافت سے بھی باہر ہو کر ننگا رہنا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہاں اس قسم کی سوسائٹیاں بھی بن گئی ہیں۔ انتہائی متمدن اقوام اور وحشی برابر ہوتے ہیں۔ مثلاً اب انتہائی متمدن قومیں بھی ننگا رہنا چاہتی ہیں اور افریقہ کے وحشی بھی ننگا رہتے ہیں۔ اسلئے دو ہی انجام ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ قومیں بھی یونان اور رکارتھیج کی طرح تباہ ہو جائینگی یا پھر اس تمدن سے احتراز کرینگی۔ (غالباً دوسرا پہلو ہی اختیار کرینگی اور آخری سرا دیکھ کر اسلام کی طرف لوٹینگی) لیکن افسوس کہ بعض لوگ جن میں عورتیں بھی شامل ہیں اسلام کو یورپ کے تمدن میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ علاج مرض سے بھی بدتر ہے ؛

ایک لطیف نکتہ

میں اس جگہ ایک دلچسپ اور قابل غور بات بیان کرنا چاہتا ہوں بعض مذاہب میں عورت کو گناہ کی مورث اوّل قرار دیا گیا ہے۔ اسوجہ سے اسکو طرح طرح کے نام دیئے گئے ہیں۔ مثلاً ویکر ویسل (weaker vessel) چیٹل (chattel.) ناقص العقل وغیرہ۔ اور دنیا کے مظالم اسپر روا رکھے گئے ہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے اُسکو ان اتہام ناپاک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الزاموں سے بری کیا اور ایک ممتاز حیثیت دی۔ علم النفس والے کہتے ہیں۔ کہ عورت میں قوّت متأثرہ زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بدی جلدی قبول کر لیتی ہے۔ لیکن میں آپکو اسلام کی اِس خوبی کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہر ایک بچہ خواہ وہ مرد ہو یا عورت پاک اور سادی فطرت لیکر پیدا ہوتا ہے اور اگر اس امر کو عورت کے ماحول کی بناء پر درست بھی مان لیا جائے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت پر مبنی ہوگا۔ ہم کیوں اسکو عورت کی طرف کمزوری منسوب کریں۔ اس صورت میں میں صرف اسکو کمزوری ہی ماننے کے لئے تیار نہیں بلکہ عورت کے لئے اعلیٰ صفات کے حصول کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ جس طرح عورت مرد سے بعض صفات حاصل کرتی ہے اس طرح مرد بھی عورت سے کرتا ہے تاکہ قربانی کے بعد اور بغیر کسی انانیت کے کمال حاصل ہو سکے اور یہی فلسفہ ازدواج ہے۔ بدی کا اس لئے احتمال نہیں کہ عورت کی قوّت متأثرہ زیادہ ہے بلکہ دو متضاد قوّتوں کی طرح یہ (بدی) ایک نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے احکام یکطرفہ نہیں ہیں۔ مثلاً یہ نہیں کہا کہ عورتیں ہی نیچی نگاہ رکھیں بلکہ مردوں کو بھی یہی حکم ہے۔ یہ ایک سمجھنے والی بات ہے جو کہ عورت کے متعلق تمام خیالات باطلہ اور اوہام ناقصہ کا قلع قمع کر دیتی ہے۔ اور اس کو مرد کی طرح قدرت کی بہترین خلقت ثابت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر تدبّر کرنیکی توفیق عطا فرمائے +

پردہ کے متعلق غیروں کی آراء

اسکے بعد میں اُن لوگوں میں سے بعض معزز خواتین کی رائے پیش کرتا ہوں جو پردہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ لیڈی ڈفرن اپنے ہندوستان میں دیر کے تجربہ کے بعد لکھتی ہیں۔ "جو خیالات زنانہ کے متعلق میں اپنے ساتھ لائی ہوں وہ نہایت خوشگوار ہیں۔ میں نے کسی اور جگہ ایسی عورتیں نہیں دیکھیں جو زیادہ ہمدرد۔ باوقار۔ سلیقہ شعار اور اجنبی کی مہمان نوازی کا خیال رکھنے والی ہوں۔ جیسی پردہ پوش باوجود ترجمان کی مشکلات اور غیر زبان کے میں نے کبھی کسی زنانہ کو بغیر اعلیٰ اخلاق کے احساس کے نہیں چھوڑا۔ میرا خیال ہے اور یہ درست ہے کہ ہندوستانی لڑکیاں جلدی تحصیل علم کر لیتی ہیں۔ جن ہندوستانی عورتوں کو میں ملی ہوں۔ وہ اپنے اندر اپنی قوم کے سبب زنانہ خصلات رکھتی ہیں۔ وہ اپنے سلیقہ کے پایہ کو کبھی نہیں کھوتیں۔ اور میں نے انکے اخلاق میں کبھی کوئی کمزوری نہیں دیکھی اور نہ ہی اسکے متعلق کبھی کوئی دھیمی سی آواز بھی سنی ہے۔ انگلینڈ میں ہندوستان کے متعلق جو خیال ہے وہ اگرچہ اسکے بعض حالات کے متعلق ہے لیکن اگر اسکو تجربہ کار اشخاص کے نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو عموماً غلط ثابت ہوگا۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ ہندوستانی عورت تمام خوشی سے محروم۔ صرف بچہ پیدا کرنیوالی۔ مظلوم بیوہ قیدی جو سوائے اپنے خاوند کے کسی غیر کا منہ بھی نہیں دیکھ سکتی ہے۔ میں اس تصویر کی بدنمائی کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوں۔ دراصل مستورات کا اکثر حصہ ادنیٰ طبقہ کا ہے۔ برخلاف ایک بیکس اور ذلیل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہونیکے ہندوستانی عورت نہ صرف گھر پر بلکہ مرد پر حکومت کرتی ہے۔ اور زمانہ سے اپنے اثر کو محسوس کراتی ہے۔ اسجگہ بہت سی عورتیں ہیں۔ جو کام کی کثرت سے گھبرائی ہوئی اور تنگ آکر زمانہ کی سی زندگی کی جہاں اُن کو امان مل سکے درد بھرے دل سے خواہش کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے مجھے اس قوم کے ساتھ ہمدردی ہے جسکی عورتیں ہندوستان میں خوش و خرم بیویاں اور مائیں ہیں"

مسز سروجنی نیڈو جو بلبل ہند کہلاتی ہیں لکھتی ہیں۔ "وہ عورتوں نے مذہب اسلام کے احکام پر عمل کرکے وہ طاقت اپنے اندر پیدا کرلی ہے جو کہ دوسروں میں نہیں۔ پردہ پوش عورتیں جنہوں نے اسلام کی تعلیم کو اپنے اندر ترقی دی ہے۔ ہر زمانہ سوسائٹی کے لئے زبردست محرک ہوسکتی ہیں۔ وہ مغربی عورتوں کے لئے ایک نادر مالیت ہونگی۔ پردہ پوش عورتیں جنکی آواز اپنے اندر سے باہر بھی سُنائی نہ دیتی ہو۔ اپنے دل میں کیسا جوش۔ بلند خیالی۔ مشکلات پر قابو پانیکی ہمت۔ انصرام معاملات کا فہم اور مردوں کو کام کرنیکی حرکت رکھتی ہیں۔ مشرق نے تم کو عورتوں کی عزت کرنا سکھائی۔ اور یہی بڑائی ہے۔ جو قوم عورت کی عزت نہیں کرتی وہ ہرگز بڑی نہیں کہلاسکتی۔ وہ ماں ہی ہے جو قوم کو بہتری کے خیالات اور انکو پورا کرنیکی ہمت دیتی ہے، جیساکہ رسول عربی ؐ نے فرمایا ہے۔ "جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے"

بالضرور ہر جگہ اچھے مرد اور اچھی عورتیں۔ بُرے مرد اور بُری عورتیں ملتی ہیں۔ لیکن عام طور پر دنیا میں کوئی عورت ایسی صاف۔ شریف۔ شیریں۔ باحیاء۔ مہربان محبت اور اخوت کے جذبات سے بھرپور۔ پُرایثار۔ بہادر۔ باوفا۔ باصفاء اور اپنی مسولینی والی صفات و عادات سے متصف ہنیں جیسی مسلمان عورت۔ اور اسمیں شک نہیں کہ پردہ نے اسکو یہ صفات حاصل کرنے میں بہت مدد دی ہے،

پردہ قومی روایت کے طور پر میرے خیال میں اگر پردہ کا کوئی اور فائدہ نہ بھی ہوتا تو بھی اسکو ایک قومی روایت کے طور پر ضرور اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ یہ ہمیشہ اس بات کا زندہ ثبوت ہوگا۔ کہ اسلام نے مرد کے دل میں وہ کونسا جوش عورت کی عصمت کی حفاظت کے لئے بھر دیا۔ اور پھر کس طرح اُس نے اِس قدرت کی بہترین صناعی مہرووفا کی مورت اور خوبصورتی کی دیوی کے سامنے اپنی متاع محبت کو قربان کردیا اور عورت نے عملاً کیسے اپنے ایثار و قربانی کا ثبوت دیا۔ افسوس غیر اقوام آنکھیں بند کرکے اسلام پر اعتراض کرتی ہیں۔ کہ اس میں عورت کی کوئی عزت نہیں۔ لیکن انکی یہ ظاہری عزت اُنکو کیا فائدہ دے سکتی ہے جبکہ وہ اپنی عورتوں کو غیر مردوں سے کُھلے بندوں ملتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اُن کی رگِ حمیت میں ذرا بھر بھی غیرت اور جوش پیدا نہیں ہوتا ÷

پردہ کس قسم کا ہونا چاہیئے اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ پردہ ہونا نہایت ضروری ہے تو دوسرا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پردہ کس قسم کا ہونا چاہیئے ؟

چہرہ پردہ میں شامل ہے مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہوگیا ہے جو کھلے طور پر پردہ کا انکار تو نہیں کرتا لیکن اس بات کی زبردست تحریک کررہا ہے کہ چہرہ پردہ میں شامل نہیں اصل میں در پردہ یہ گروہ بھی پردہ کا انکاری ہے لیکن وہ اسکو اس طرح اڑانا چاہتا ہے کہ پہلے چہرہ کو اس سے مستثنیٰ کردیا جائے ؛

اس بارہ میں عرض ہے کہ اوّل تو اس خیال کے حامیوں نے پردہ کی اقسام* کو نہیں سمجھا - دوسرے احادیث شریف سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ کے زمانہ میں چہرہ پردہ میں شامل تھا. متعدد واقعات اسکی تائید میں پیش کیئے جاسکتے ہیں ؛

اگر چہرہ پردہ سے علیحدہ کردیا جائے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ پردہ پھر کس چیز کا - اس میں شک نہیں کہ لباس اور زیورات وغیرہ بھی موجب کشش ہیں لیکن چہرہ کے مقابلہ میں انکی کیا حقیقت ہے - چہرہ ہی میں وہ کشش ہے جو موجب ابتلا ہوسکتی ہے ؛

برقعہ کی بناوٹ میرے نقطہ خیال سے برقعہ کی بناوٹ کے لیئے ہم کوئی خاص قیود مقرر نہیں کرسکتے. اصل غرض تو پردہ سے ہے خواہ وہ کسی قسم کا ہو - البتہ اس میں یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ کسی لحاظ سے وہ صحت کے تو منافی نہیں - ملکی حالات اور قومی تمدّن اسکے بہترین مجوّز ہیں یہی وجہ ہے کہ شریعت اس کی تعیین میں ساکت ہے اور نہ ہی کوئی تعیین ہوسکتی تھی - ایسے مسائل میں شریعت صرف انکی غرض اور عام اصول بیان کردیتی ہے. اور باقی کو ہمارے لئے چھوڑ دیتی ہے. تاکہ ہم انکو گردوپیش کے حالات کے ماتحت اختیار کرسکیں - اگر ایسا نہ ہوتا تو شریعت زمانہ کے انقلابات کی ضرورتوں کو پورا نہ کرسکتی اور یہی اسلامی شریعت کے کامل ہونے کی دلیل ہے - مثلاً ہمارا موجودہ بُرقعہ ایک سیاسی رنگ رکھتا ہے کیونکہ یہ ملک کے حالات کے ماتحت اختیار کیا گیا ہے - اگر کوئی شخص کہے کہ بُرقعہ بالکل لغو اور بے فائدہ ہے - اور چادر زیادہ موزون ہے تو یہ مناسب نہ ہوگا. البتہ بُرقعہ اپنی موجودہ شکل میں قابل اصلاح ضرور ہے ؛

بُرقعہ اور چادر کا مقابلہ اب میں بُرقعہ اور چادر ہردو کے فوائد اور نقائص بیان کردیتا ہوں. بُرقعہ پردہ کے لحاظ سے بہت موزون ہے - لیکن صحت کے لحاظ سے ایک دو اصلاحوں کا محتاج ہے - جو لوگ کُلیّۃً اسکے خلاف ہیں - اور اسکو ہر جگہ چادر سے بدلنے کے لیئے طیار ہیں - میرے خیال میں اُنکا خیال درست نہیں ہے - کیونکہ چادر صرف محدود حلقوں میں مفید ہوسکتی ہے. مثلاً گھر کے آس پاس یا گاؤں میں

---

* ملاحظہ ہو - حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن کا پردہ کے متعلق مضمون - مندرجہ ریویو اُردو جو اپنے لحاظ سے جدت اور ندرت کا حکم رکھتا ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جہاں مردوں اور ارسال و ترسیل کے ذرائع کی آمد و رفت کم ہو۔ شہروں میں اسکی ترویج مشکل ہے۔ اگر چہروں کو نیم وا رکھیں تو مکمل پردہ نہیں (وہ لوگ جو شہروں میں رہتے ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ عورتوں کا ایسی حالت میں چلنا جبکہ ہماری اخلاقی تربیت ابھی اتنی اعلیٰ نہیں کسی طرح بھی خالی از خطرہ نہیں ہو سکتا) اور اگر بالکل ڈھانپ لیں تو چلنا دشوار۔ پس انسب یہی ہے کہ شہروں میں یا اس طرح کی جگہوں پر برقعہ ہی پہنا جائے۔ برقعہ کو چادر پر ایک فوقیت یہ ہے کہ برقعہ زیادہ قابو میں رہ سکتا ہے اور عورت کے لباس اور بدن کے دوسرے حصوں کے لئے محفوظ پردہ ہے ÷

موجودہ برقعہ میں نقائص

موجودہ برقعہ میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں ہوا کی آمد و رفت کا کافی انتظام نہیں جس کی وجہ سے بعض اوقات حبس دم ہونے لگتا ہے۔ دوسرا نقص اس کے بوجھل ہونے میں ہے۔ کیونکہ ایک تو یہ عام طور پر دس بارہ گز لٹھے کا بنایا جاتا ہے اور پھر سیدھا ٹوپی کے ساتھ سیا ہوتا ہے جس سے سر گراں اور طبیعت مضمحل سی ہو جاتی ہے۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ غیر لوگ عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ برقعہ سے یہ تو بندوبست ہو سکتا ہے کہ مرد عورت کو نہ دیکھے۔ لیکن اس بات کا کیا انتظام ہے کہ عورت مرد کو نہ دیکھے۔ اگرچہ یہ اعتراض اتنا قوی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو حیا اور ضبط نفس سے حصہ وافر عطا کیا ہے اور وہ تھوڑی سی تربیت سے ہی اُن خیالات سے بہت بلند پرواز کرنے لگ جاتی ہے جن میں عموماً مرد مبتلا ہو سکتا ہے (یہ ایک علم نفسیات کا نکتہ ہے جو یاد رکھنے کے قابل ہے) اور ساتھ ہی غضِ بصر کا بھی حکم ہے لیکن پھر بھی یہ اعتراض ہی ہے ÷

آئیڈیل برقعہ

پس آئیڈیل (Ideal) برقعہ وہ ہوگا جو ان تمام نقائص سے پاک ہو۔ اگر ترکی برقعہ کو تھوڑی سی تحریف کے ساتھ اختیار کیا جائے تو یہ مقصد حل ہو سکتا ہے۔ ترکی برقعہ گون کی سی شکل کا ہوتا ہے۔ اس کے اوپر ایک علیحدہ ہڈ ہوتی ہے۔ جیسے قادیان میں آجکل بعض عورتیں پہنتی ہیں۔ چہرہ کے لئے باریک رومال ہوتا ہے جس کو ماتھے سے آویزاں کرتے ہیں یہ برقعہ ہلکے اور کم کپڑے کا ہوتا ہے اور رنگ میں سیاہ تحریف یہ ہے کہ برقعہ ڈھیلا ڈھالا ہو نہ کہ کوٹ کی طرح ٹائیٹ جو بدن کی بناوٹ کو دکھائے (تمام احباب یہ معلوم کر کے خوش ہونگے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے بھی اسی قسم کے برقعہ کو پسند فرمایا ہے، رومال اور کالے رنگ کی حضور نے تخصیص نہیں فرمائی)

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس برقعہ✤ کے استعمال سے تمام مندرجہ بالا نقائص دور ہو جاتے ہیں علیحدہ ہڈ در

✤ ہر دو قسم کے برقعے ڈیمنسٹریٹ (Demonstrate) کر کے دکھائے گئے ÷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رومال سے ہوا کی آمد و رفت کا سوال کلّی طور پر طے ہو جاتا ہے۔ برقعہ کا بوجھ کندھوں کے اشتراک کی وجہ سے بہت ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ باریک رومال کے اندر سے عورتیں بخوبی دیکھ سکتی ہیں۔ اور کالا رنگ مردوں کے چہروں کو قدرے سیاہی مائل دکھائیگا۔ کالے رنگ کا ایک اور فائدہ یہ ہوگا کہ اس لحاظ سے ہم عام اسلامی تمدّن میں شریک ہو سکینگے۔ اگر تمام برقعہ کالے رنگ کا نہ بھی ہو لیکن رومال تو ضرور ویسا ہونا چاہیئے ۔ والسّلام

خاکسار (ڈاکٹر) ملک محمد رمضان

انذاری پیشگوئیوں میں تخلف

انذاری پیشگوئی میں تخلف جائز ہے۔ کیونکہ عذاب کی غرض ہی رجوع کرانا ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا۔ فاخذناھم بالبأساء والضراء لعلّھم یتضرعون۔ اور واخذناھم بالعذاب لعلّھم یرجعون۔ اور جب یہ غرض پوری ہو جائے۔ تو ظاہر طور پر پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری نہیں رہتا۔ چنانچہ ائمہ سلف کے نزدیک بھی یہ اصل مسلّم ہے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ پر لکھا ہے:۔

والاصل فی ھذا علی ما قال الواحدی انّ اللہ عزوجل یجوز ان یخلف الوعید وان امتنع ان یخلف الوعد وبھذا وردت السنة ففی حدیث انس ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال من وعدہ اللہ تعالیٰ علی عملہ ثوابًا فھو منجز لہ ومن اوعدہ علی عملہ عقابًا فھو بالخیار ومن ادعیة الائمة الصادقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا من اذا وعد وفا واذا توعد عفا وقد افتخرت العرب بخلف الوعید وما تعدہ نقصًا کما یدل علیہ قولہ ؎

وانی اذا اوعدتہ او وعدتہ ٭ لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

پھر لکھا ہے:۔ الخلف فی الوعید جائز دون الوعد (مسلم الثبوت صکے)

اسی کے مطابق حضرت یونس کا واقعہ ہے۔ جسے تمام مفسرین نے تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے پیشگوئی کی کہ عنقریب چالیس دن میں قوم پر عذاب آئیگا۔ بلکہ فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۹۷ پر لکھا ہے۔ کہ اس وعدہ کو انہوں نے مؤکد بحلف کیا۔ لیکن عذاب نہ آیا۔ جس پر حضرت یونس ناراض ہو کر چلے گئے۔ چنانچہ تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۳۳۴ پر ہے:۔

ذھب من قومہ مغاضبا لربہ لما کشف عنھم العذاب بعد ما اوعدھم وکرہ ان یکون بین اظھر قوم جربوا علیہ الخلف فیما اوعدھم واستحیا منھم ولم یعلم السبب الذی رفع العذاب عنھم بہ فکان غضبہ انفة من ظھور خلف وعدہ وانہ یسمی کذابا ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وعیدی پیشگوئیاں اگرچہ بظاہر مطلق ہوں۔ مگر وہ بہر صورت مقید بالشرط ہوتی ہیں۔ اور شرط یہ ہوتی ہے۔ کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے۔ تو معاف بھی کر سکتا ہے۔ بعض دفعہ اس شرط کو اس لئے حذف کر دیا جاتا ہے۔ کہ تا لوگ ڈریں۔ اور نصیحت پکڑیں۔ روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۹ پر لکھا ہے:۔

وآيات الوعيد وان وردت مطلقة ولكنها مقيدة حذف قيدها لمزيد التخويف والفرق بين الوعد والوعيد ظهر من ان يذكر ؛

اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی ارشاد ہے۔

"حقیقت یہ ہے۔ کہ ایسی پیشگوئیاں جو خدا کے رسول کرتے ہیں۔ جن میں کسی کی موت یا اور بلا کی خبر ہوتی ہے۔ وہ وعید کی پیشگوئیاں کہلاتی ہیں۔ اور سُنّت اللہ ہے۔ کہ خواہ ان میں کوئی شرط ہو۔ یا نہ ہو۔ وہ توبہ استغفار سے ٹل سکتی ہیں۔ یا ان میں تاخیر ڈال دی جاتی ہے" (ضمیمہ براہین پنجم صفحہ ۲۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور

(از حضرت مولانا شیر علی صاحب)

انبیاءؑ کے معجزات

انبیاء علیہم السّلام کا سب سے بڑا معجزہ پیشگوئی ہے۔ بعض اوقات وہ بعض اور قسم کے معجزات بھی دکھاتے ہیں۔ لیکن پیشگوئی کا معجزہ عام پبلک کے لئے ہوتا ہے۔ اور اس سے نہ صرف ہمعصر بلکہ آئندہ نسلیں بھی فائدہ اُٹھا سکتی ہیں۔ اسی معجزہ سے خدا تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صداقت دنیا پر ظاہر کی۔ اور پھر اسی سے موجودہ زمانہ میں آپؐ کے عظیم الشان خلیفہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی صداقت ظاہر کرتا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے سینکڑوں پیشگوئیاں کیں۔ جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ اور ابھی بہت سی ایسی ہیں۔ جو آئندہ زمانہ میں پوری ہونیوالی ہیں۔ پہلی بات جو ہمیں ان پیشگوئیوں کے متعلق نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان کے دائرہ میں تدریجی ترقی ہوتی رہی ہے۔ اور یہ دائرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہرت کی وُسعت کے ساتھ ساتھ وسیع تر ہوتا گیا۔ دوسرا اہم پہلو یہ ہے۔ کہ وہ عام معاملات کے متعلّق نہیں بلکہ ایسے امور کے متعلّق ہیں۔ جو اپنے اندر خاص اہمیت رکھنے کی وجہ سے پبلک کی توجّہ کو اپنی طرف کھینچ سکتے اور گہری دلچسپی پیدا کر سکتے ہیں۔ تیسری خصوصیّت یہ ہے۔ کہ ان میں بیان کردہ باتیں غیر معمولی اور خلاف توقع طریق سے پوری ہو کر رہتی ہیں ؛

پچیس ۲۵ سال قبل کی ایک پیشگوئی

یہ تمام خصوصیات اس پیشگوئی میں پوری طرح نمایاں نظر آتی ہیں۔ جو آپ نے ۳ مئی ۱۹۰۵ء کو یعنی قریباً پچیس ۲۵ سال قبل کی اور جس کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

متعلق میں اس وقت ناظرین کو توجہ دلانا چاہتا ہوں ۳ مئی ۱۹۰۵ء کی صبح کو آپ نے رؤیا میں حسب ذیل تحریر لکھی ہوئی دیکھی:

"آہ - نادر شاہ کہاں گیا۔"

اس فقرہ کا استعمال دو طرح ہو سکتا ہے۔ اوّل ایسے موقعہ پر یہ فقرہ بولا جا سکتا ہے۔ جب کسی مصیبت کے وقت کسی شخص کی موجودگی اور امداد کی اشد ضرورت محسوس کی جا رہی ہو۔ اور اس مشکل سے نجات کا واحد ذریعہ یہی دکھائی دیتا ہو۔ کہ فلاں شخص آئے۔ اور مدد کرے۔ دوسرے مفہوم میں ایک ایسا خیال جھلک رہا ہے۔ کہ موسوم کو کوئی خطرناک مصیبت پیش آئیگی۔ اور اُس کے نقصان پر بہت رنج و غم محسوس کیا جائیگا۔

جب یہ پیشگوئی شائع ہوئی اُس وقت کوئی "نادر شاہ" نہیں تھا۔ جس کے متعلق کہا جا سکے۔ کہ اِس پیشگوئی میں اس کا ذکر ہے۔ سالہا سال گذر گئے لیکن کوئی نادر شاہ نظر نہ آیا۔ وہ تیار ہو رہا تھا لیکن ہمیں نظر نہ آتا تھا۔ ایک شخص ایسا تھا۔ جو نادر شاہ بننے والا تھا۔ لیکن خدا کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ کہ وہ کون ہے۔ حتیٰ کہ خود وہ شخص جس کے متعلق یہ پیشگوئی تھی۔ اس سے آگاہ نہ تھا۔ کہ ایک دن وہ بادشاہ بننے والا ہے۔ کیونکہ کسی ایسے انقلاب کا اُس وقت وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ تمام دنیا نادر شاہ کی تعیین سے ناآشنا تھی۔ اس لئے یہ تمام واقعہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ صرف خدا تعالیٰ ہی اسے جانتا تھا اور اُسی نے مذکورہ بالا الفاظ میں اپنے بندے کو اس سے آگاہ کیا۔

پیشگوئی کا ہیرو

اس پیشگوئی کا ہیرو اس وقت جب یہ پیشگوئی کی گئی۔ بالکل نوجوان ہوگا۔ اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے ابھی کئی سال کا وقت درکار تھا۔ اور اس کے ہیرو کے نادر شاہ کے لقب سے سٹیج پر آنے سے قبل کئی عجیب و غریب باتیں ظاہر ہونیوالی تھیں۔ کئی سال قبل وہ جرنیل نادر خاں کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس منصب سے ترقی کرنے کا اس کے لئے کوئی اور امکان نہیں۔ کیونکہ اس کے چند ہی سال بعد وہ پبلک لائف سے ریٹائر ہو گیا۔ اور اس کی اپنی گورنمنٹ نے اسے ملک کے لئے نکما سمجھ کر فراموش کر دیا۔ اس پر اس نے فرانس میں گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی۔ اور سابق شاہ امان اللہ کے سفر یورپ کے دوران میں اس کا نام کبھی سننے میں نہ آیا۔ اگرچہ اسے دعوت دی گئی۔ لیکن اس نے افغان بادشاہ کی پارٹی میں شریک ہونے سے اجتناب کیا۔ اس نے اس عذر پر کہ اس کی صحت نہایت خراب ہے۔ درخواست کی کہ اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اس درخواست کی منظوری اس کے لئے خوشی کا باعث ہوگی۔ لیکن اب وہ وقت آچکا تھا۔ کہ نادر خان نادر شاہ بن کر حضرت احمد علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا کرے۔ امان اللہ خاں نہایت عزت و احترام سے یورپ سے واپس آیا۔ لیکن واپسی کے تھوڑا ہی عرصہ بعد ملک میں خوفناک بغاوت ہو گئی۔ کابل پر بچہ سقہ نے حملہ کیا امان اللہ خان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بذریعہ ہوائی جہاز قندہار کی طرف فرار پر مجبور ہو گیا۔ اور اپنے بھائی عنایت اللہ خاں کے لئے تخت خالی کر گیا۔ عنایت اللہ خاں صرف ساڑھے تین روز امیر کابل رہا۔ اور اس کے بعد اس نے حملہ آور کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ جس نے فیاضی سے اس کی جان بخشی کر دی۔ اور اسے قندہار میں اپنے بھائی کے پاس پہنچ جانے کی اجازت دے دی۔

نادر خاں سے نادر شاہ

اس وقت سب کی نظریں نادر خاں کی طرف اٹھیں۔ اور یہ سمجھ لیا گیا۔ کہ وہی اس مشکل سے ملک کو نجات دلا سکتا ہے۔ ملک نہایت ابتری اور بے چارگی کی حالت میں تھا۔ اور نادر خاں کی موجودگی کو نہایت ضروری سمجھا جا رہا تھا۔ کیونکہ ظاہرا طور پر یہی ایک شخصیت تھی۔ جو افغانستان کو بچا سکتی تھی۔ اور اس طرح تمام ملک گویا بزبان حال پکار رہا تھا۔ "آہ۔ نادر خاں کہاں گیا" لیکن پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے۔ کہ "نادر شاہ کہاں گیا" کیونکہ خدا تعالیٰ لوگوں سے بہت جاننے والا تھا۔ وہ شخص جسے لوگ نادر خان کہتے تھے۔ خدا کے نزدیک نادر شاہ تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے نادر خاں کی جگہ نادر شاہ کے الفاظ رکھ کر نہ صرف اس تباہی کی طرف اشارہ کر دیا۔ جو حکومت کابل پر ابھی نازل ہونیوالی تھی۔ اور جب تمام ملک کی آنکھیں نادر خاں پر لگ رہی تھیں۔ اور اسے افغانستان کا نجات دہندہ سمجھا جا رہا تھا۔ اور جب تمام دردمندان ملک پکار رہے تھے۔ کہ آہ۔ نادر خاں کہاں گیا۔ اور اس طرح گویا زبان حال سے اسے دعوت دے رہے تھے۔ کہ آکر ملک کو تباہی سے بچائے۔ بلکہ اس میں یہ بھی راز پوشیدہ تھا۔ کہ نادر خاں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔ اور تخت کابل پر نادر شاہ ہو کر بیٹھے گا۔

نادر شاہ کی کامیابی

کہا جاتا ہے۔ کہ دستبرداری سے قبل امان اللہ خاں نے نادر خاں سے مدد طلب کی تھی۔ اور اس کے لئے اسے تاریں دی گئیں۔ اور خاص قاصد اس کے پاس روانہ کیئے گئے۔ لیکن اس نے حرکت نہ کی۔ آخر کابل فتح ہو جانے کے بعد نادر خاں نے میدان میں نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور خرابی صحت کے باوجود اس نے ساحل فرانس کو چھوڑا۔ تاکہ خدا تعالیٰ کے وہ الفاظ جن میں اس کے لئے تخت کا وعدہ تھا۔ پورے ہوں۔ وہ اسقدر بیمار تھا۔ کہ گاڑی پر مارسیلز پہنچنے کے بعد اسے ایک سٹریچر پر لٹا کر کشتی میں سوار کیا گیا۔ بحری سفر میں اس کی صحت بہتر ہو گئی۔ اور جب وہ بمبئی پہنچا۔ تو ہندوستان کے مسلمانوں نے بہت مسرت کا اظہار کیا۔ اور اسے امان اللہ خاں کے لئے لڑنے کی تلقین کی۔ لیکن اس نے کہا۔ کہ مجھے اس معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ جو صورت بہتر سمجھوں اسے اختیار کروں۔ پشاور پہنچنے پر امان اللہ خاں نے اسے اپنے پاس قندھار پہنچنے کے لئے متعدد درخواستیں ارسال کیں۔ لیکن اس نے اسے مناسب نہ سمجھا۔ اس نے پشاور کو خاموشی سے چھوڑا۔ اور اپنے ملک میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

داخل ہو گیا۔ وہ بیمار تھا۔ اور ساتھ ہی اس کے پاس پیسہ نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ مستقل مزاج تھا اور اپنے تینوں بھائیوں کے ساتھ ملکر اُس نے ایک پروگرام مرتب کیا۔ لیکن مشکلات بہت تھیں۔ وہ بارہا مایوس ہو گیا۔ مگر سخت مشکلات اور خوفناک مایوسی کے لمحات میں بھی اس نے فرانس کی سرزمین اور اس کے خوشنما ساحلی علاقہ کا خیال نہ کیا۔ بلکہ اپنے ملک کے پہاڑوں اور بنجر زمین پر ہی نظر رکھی۔ باوجودیکہ اس کے راستے میں بہت مشکلات تھیں۔ اور وہ بیمار و نادار تھا۔ لیکن منشاء ایزدی تھا۔ کہ وہ کامیاب ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل شدہ وحی میں اس کے لئے تخت کا وعدہ تھا۔ پس وہ کامیاب ہوا۔ اور نادر خاں سے نادر شاہ بن گیا۔ اور اس طرح وہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۵ سال قبل کی تھی۔ خدا تعالیٰ کے کام عجیب ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور ہر چیز پر قادر ہے۔ قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کلّ شیءٍ قدیر ٥

افغانستان میں حضرت مسیح موعودؑ کے نشان

دوسرے ممالک کی طرح افغانستان نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی نشان دیکھے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپکو خبر دی۔ شاتان تذبحان یعنی دو بکرے ذبح کئے جائینگے۔ اور یہ پیشگوئی بھی افغانستان میں پوری ہوئی۔ کیونکہ آپ کے دو مخلص اور عالم پیرو ملاؤں کے فتویٰ کی وجہ سے امیران کابل کے حکم سے شہید کئے گئے۔ حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب کی شہادت پر آپؑ نے اعلان کیا۔ کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ اور احمدی بھی وہاں اسی طرح شہید کئے جائینگے۔ اور آپؑ کی پیشگوئی بدقسمت سابق شاہ امان اللہ خان کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ جو احمدیوں کو کامل آزادی دینے کا وعدہ کرکے اس سے انحراف کر گیا۔ اور تین احمدیوں کو کابل میں شہید کرا دیا۔ امیر عبد الرحمٰن کے خاندان پر معصوم احمدیوں کا خون گرنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکا۔ اور دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس خاندان سے اس کا کس طرح انتقام لیا ٭

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کابل کے متعلق دو اور پیشگوئیاں ہیں۔ ایک یہ کہ "ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مرینگے۔" (۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء) گذشتہ خانہ جنگی میں بہت سے آدمی مارے جا چکے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس صحیح اعداد و شمار نہیں۔ اور نہ ہی مرنے والوں کی صحیح تعداد معلوم کرنے کے ذرائع ہمارے پاس ہیں۔ اگر پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ تو ہمیں امید ہے کہ کسی موقعہ پر کسی نہ کسی طرح اعداد و شمار ظاہر ہو کر اس کی صداقت کا ضرور اظہار کرینگے۔ یا پھر یہ پیشگوئی کسی دوسرے موقعہ پر کسی رنگ میں پوری ہو کر رہیگی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک اور پیشگوئی جس کا افغانستان سے بظاہر کچھ تعلق معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس طرح سے ہے "احمد غزنوی"

پیشگوئی کا دوسرا مفہوم

اوپر لکھا جا چکا ہے۔ "آہ۔ نادر شاہ کہاں گیا" (۱۵۔ اپریل سنہ ۱۹۰۷ء) کا ایک اور مفہوم بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ یہ الفاظ کسی اور موقعہ پر کسی اور طرح بھی پورے ہوں۔ لیکن ہم نادر شاہ کی بہتری کے لئے دعا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اسے صحیح راہ پر چلنے اور اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق دے۔ اور وہ اس خاندان کی تباہی سے کچھ سبق حاصل کر سکے۔ جس کا خوفناک انجام اس نے اپنی آنکھوں دیکھا۔ خدا تعالیٰ اسے صداقت کو پہچاننے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اور وہ اس مامور من اللہ کو قبول کر سکے۔ جس کی پیشگوئی پورا کرنے کے لئے خدا نے اُسے اس کے سابق آقا امان اللہ خاں کے تخت پر فائز کیا ہے۔ اور اسے نادر خاں سے نادر شاہ بنا دیا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ٥

مسئلہ میراث نبی اللہ مسیح موعودؑ

[یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انبیاءؑ نہ تو کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ انکا کوئی وارث ہوتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے مال ورثہ میں پایا۔ اور آپ کی اولاد میں جائداد تقسیم ہوئی۔ اسلئے وہ زمرۂ انبیاءؑ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس بارہ میں مولانا اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل نے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں دیا جاتا ہے ۔ (ایڈیٹر)]

وراثت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق۔ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کا ہم نے جواب دیا تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قانون اپنی ذات کے لئے ہے۔ معاشر الانبیاء کے الفاظ کرمانی وغیرہ کی روایت میں زائد آئے ہیں۔ ورنہ باقی حدیث وہی ہے۔ لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ پس یہ ایک غلط فہمی ہے۔ جس کا ازالہ جلد کر لینا چاہیئے ۔

ہر واقف احادیث جانتا ہے۔ کہ باوجود عمومیت کے پھر بھی بسا اوقات حضور کا وہ قانون صرف اپنی ذات کیلئے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اس حدیث کو لیجیئے۔ جس میں حضرت مسیحؑ کی عمر ایک سو بیس سال فرما کر اپنی عمر ساٹھ کے لگ بھگ بتلائی ہے۔ اس میں لکھا ہے:۔ ما من نبی الا عاش نصف الذی قبلہ۔ حالانکہ یہ قانون سب نبیوں کے لئے نہیں۔ بلکہ حضورؐ نے اپنی نسبت ہی اس کی تشریح کی ہے۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ صحابہ کرامؓ جو حضورؐ کے کلام کے اوّلین مخاطب تھے۔ انہوں نے کبھی بھی اس حدیث لا نرث ولا نورث سے سب نبیوں کے متعلق یہ قانون قرار نہ دیا۔ بلکہ اسکو حضور کی خصوصیات میں شمار کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت بخاری میں موجود ہے۔ اس میں بھی "یرید بذالک نفسہ" کے الفاظ موجود ہیں۔ یعنی اس قانون سے صرف حضور کی اپنی ذات مراد تھی۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ قانون صرف حضورؐ کی اپنی ذات کیلئے تھا۔ جلیل القدر صحابہ کی موجودگی میں حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض هل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لانورث ما ترکنا صدقۃ یرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ قال الرهط قد قال ذلک"

علامہ عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں خوب فرمایا ہے۔ "لامعارض من القرآن لقول نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام لانورث ما ترکنا صدقۃ فیکون ذلک من خصائصہ التی اکرم بھا بل قول عمر یرید نفسہ یؤید اختصاصہ بذلک" (فتح الباری جلد ۱۲ - صفحہ ۶)

"آنحضرت کا فرمان "لانورث ما ترکنا صدقۃ" قرآن پاک کے معارض نہیں کیونکہ یہ صرف حضور کی خصوصیت ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مخصوص فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ کا قول یرید نفسہ سے عیاں ہے۔ کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے" گویا علامہ موصوف کے نزدیک اگر اسکو خصوصیت قرار نہ دیا جائے۔ تو یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہوگی۔ کیونکہ قرآن پاک سے انبیاءؑ کی وراثت کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا میں نے پہلے نوٹ میں آیت وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ پیش کی تھی۔ یہ خیال کہ حضرت سلیمان کو حضرت داؤد سے نبوت ورثہ میں ملی تھی۔ اور آنحضرت صلعم کو نبوت ورثہ میں نہ ملی تھی آپ کے بعد بھی چونکہ نبوت کسی کو نہ ملنی تھی۔ اس لئے فرما دیا۔ کہ ہمارا کوئی وارث نہیں" اہل علم کے نزدیک ایک مضحکہ انگیز خیال ہے نبوت ورثہ میں نہیں ملا کرتی۔ اسی لئے حضرت حسنؓ کا قول ہے۔ کہ اس وراثت سے مراد صرف مال ہے۔ "عن الحسن انہ المال لان النبوۃ عطیۃ مبتدءۃ" (تفسیر نیشاپوری زیر آیت ہذا) کیونکہ نبوت ایسی چیز ہی نہیں جسمیں وراثت جاری ہو سکے۔

قرآن شریف کے الفاظ خود واضح ہیں۔ آیت یوں ہے:۔ "وورث سلیمان داؤد وقال یا ایھا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء ان ھذا لھو الفضل المبین"۔ (النمل - ع ۲) حضرت سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! ہم کو طیر کی زبان کا علم بخشا گیا ہے۔ اور ہر چیز دی گئی ہے۔ یہ اسکا کھلا کھلا فضل ہے" "من کل شیء" کے الفاظ غور کرنے کے قابل ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ علامہ ابن جریر لکھتے ہیں:۔ "ورث سلیمان اباہ داؤد العلم الذی کان اٰتاہ اللہ فی حیاتہ والملک الذی کان خصہ بہ علی سائر قومہ فجعلہ لہ بعد ابیہ - (تفسیر ابن جریر جلد ۱۹ صفحہ ۸۶) سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے علم اور بادشاہت وملک و دولت کے وارث ہوئے تھے۔ یعنی علم بھی انکو بخشا گیا۔ اور حضرت داؤدؑ کے بعد تخت اور خزانوں کے بھی وہی وارث ہوئے"

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ قرآن مجید سے انبیاءؑ کی وراثت کا ثبوت ملتا ہے۔ توریث انبیاءؑ کے متعلق صحابہ کرامؓ کا اگر کوئی اجماع ہے۔ تو وہ صرف یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ کہ آپ کی وراثت نہ ہوگی۔ نہ یہ کہ کسی نبی کی وراثت نہیں ہو سکتی ❊

ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن مجید کی اتباع اور شریعت اسلامیہ کی پیروی میں نبی مانتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ حضورؑ کے سب حالات شریعت کے ماتحت ہوں۔ قرآن مجید نے جو احکام میراث ذکر فرمائے ہیں۔ ان کے ماتحت آپ کی "ملکیت" اور "جائداد" تقسیم ہونی چاہیئے" ❊

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہاں اگر لانورث والی حدیث پڑھی جائے۔ تو اوّل تو قرآن مجید کے بالمقابل حدیث معارض کیا حیثیت رکھتی ہے۔ دوم خود اس حدیث میں لکھا ہے۔ کہ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ اگر یہ صراحت نہ بھی ہوتی۔ تو بھی حدیث ناسخ قرآن نہیں بن سکتی۔ ہاں مخصص ہو سکتی ہے۔ اسی بناء پر علامہ ابن الباقلانی فرماتے ہیں:۔

"ونسلم دخوله (صلعم) فی عموم یوصیکم (الخ) لیجب تخصیصہ لصحۃ الخبر واخبار الاٰحاد یخصص وان کان لا ینسخ فکیف بالخبر اذا جاء مثل مجیٔ ھذا الخبر وھو لا نورث" (فتح الباری جلد ۶۔ صفحہ ۱۴۶) گویا حدیث کی بناء پر زیادہ سے زیادہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت قرار دی جا سکتی ہے ؛

دراصل یہ سب غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ کہ انبیاءؑ کی جائداد پر غور نہیں کیا گیا۔ اور انکی شخصی اور رتبی جائداد کو ایک ہی شق میں سمجھا گیا۔ شیعہ لوگوں نے نبی کے ہاتھ کی ہر جائداد کو اس کی شخصی ملکیت قرار دیا۔ اور سب نبیوں میں بلا استثناء میراث کو جاری مانا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو باغ فدک نہ دینے کے باعث "ظالم و غاصب" قرار دیا۔ نعوذ باللہ۔ بعض دوسرے لوگوں نے ان کی شخصی جائداد سے انکار کر کے انکی وراثت کا مطلقاً انکار کر دیا۔ مگر سچ یہ ہے۔ کہ ان کی ذاتی اور شخصی ملکیت میں وراثت ہوتی ہے اور ان املاک میں جو بحیثیت نبوت ان کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ جسمانی اقرباء کیلئے وراثت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ بحیثیت صدقہ سب قوم کی مشترکہ جائداد ہوتی ہے۔ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقراء و مساکین کے سب سے بڑھ کر ہمدرد اور سخی تھے۔ اس لئے آپ نے ذاتی مال کو جمع ہی نہیں ہونے دیا۔ اور یوں بھی آپؐ کی دعا تھی۔ اللّٰھم اجعل رزق اٰل محمدٍ قوتاً۔ ہمیں صرف روز کی روٹی ملے لہٰذا وفات کے قریب حضورؐ کی کوئی ذاتی اور شخصی ملکیت نہ تھی۔ جو اموال یا جائدادیں آپؐ کے پاس تھیں۔ وہ سب کی سب تملیک ہو یا اور کوئی بموجب آیات سورہ حشر کے قومی جائداد تھی۔ حضور علیہ السلام نے بعد کے جھگڑوں کے خوف سے اپنی حیات میں ہی صراحت کر دی۔ ما ترکنا صدقۃ۔ کہ میرے بعد سب املاک بطور صدقہ استعمال کیے جائینگے یعنی کسی شخص کی ذاتی ملک نہ ہونگے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ خلفاءؓ نے املاک کو بطور وراثت تقسیم نہ فرمایا۔ بلکہ بیت المال کے ماتحت رکھا ؛

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جائداد پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ آپؑ کی جائداد شخصی بھی تھی۔ اور رتبی بھی۔ رتبی جائداد یعنی وہ اموال جو حضورؑ کو بعد دعویٰ مسیحیت و مہدویت اشاعت اسلام وغیرہ کے لئے سپرد کیے گئے تھے۔ آپؑ کی ذاتی ملکیت نہ تھی۔ اس لئے وہ بیت المال کے سپرد ہوئے۔ اور ان میں وراثت ممتنع اور محال ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے "میں یہ نہیں چاہتا۔ کہ تم سے کوئی مال لوں۔ اور اپنے قبضہ میں کروں۔ بلکہ تم اشاعت دین کیلئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے۔ اور بہشتی زندگی پاؤ گے" (الوصیت صفحہ ۔۔) ہاں حضورؑ کی اپنی ملکیت یا شخصی جائداد تھی۔ اس میں وراثت جاری ہوئی۔ اور بموجب اصول مندرجہ بالا کے ضرور جاری ہونی چاہیئے تھی۔ شخصی جائداد کا ثبوت حضورؑ کے متعدد حوالجات سے مل سکتا ہے۔ مثلاً لکھا "میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے۔ جسکی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں۔ اس کام کیلئے تجویز کی" (الوصیت صفحہ ۔۔) مجھے یقین ہے۔ کہ اگر اس حقیقت کو ملحوظ رکھا جائے۔ تو کوئی اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا۔ یعنی شخصی جائداد میں سلسلہ توریث ہو۔ اور قومی جائداد بطور صدقہ رہے۔ ورنہ یہ امر بھی قابل غور ہوگا۔ کہ انبیاء کی اولاد کا کونسا ایسا گناہ ہوتا ہے۔ کہ ساری لوگوں کی تو اولاد انکی وارث ہو مگر نبیوں کی اولاد اس عام حق سے محروم رہے۔ پس عقلاً بھی عدم توریث کا

[illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

[illegible]

تارا
ٹریڈ مارک
رجسٹرڈ

سخت امراض کی
مجرب پیٹنٹ دوائیں

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری ۱۹۳۰ء کی

مفت منگائیے — جلدی کیجئے

ہماری کافوری جنتری اِس سال بھی گذشتہ سالوں کی طرح سفید چکنے کاغذ پر شائع ہوکر تیار ہے۔ بہت سے مفید مضامین مندرج ہونے کی وجہ سے شائقینوں کو مفت نذر کیجاتی ہے۔ صرف ایک کارڈ لکھ کر مفت طلب کرلیں ختم ہوجانے پر مایوس ہونا پڑے گا ۔

[illegible]

جریان یعنی پتلی دھات والوں کیلئے اکسیر دوا

بدن میں چستی پیدا کرنے کمزوری کو دفع کرنے اور بھوکھ کو بڑھانے والی یہ مقوّی دوا ہمیشہ استعمال کرنے کے لائق ہے۔ بیمار مریض۔ تندرست۔ طالب علم۔ تجار اہل قلم۔ گویئے۔ مرد و زن۔ اور بچے سب کے لئے یکسان مفید و زود اثر ہے۔ اِس کے متواتر استعمال سے چہرہ پُر رونق آتی اور دل و دماغ بشاشش رہتاہے۔

موسم سرما میں استعمال کرنے کے لیے اِس سے زیادہ مقوّی دوا اور کیا ہوسکتی ہے ۔

قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنہ (عیہ) ڈاک محصول چودہ آنہ (۱۴) قیمت تین بوتلوں کا چار روپیہ چھ آنہ (للعہ) ڈاک محصول علاوہ

نوٹ:۔ ہماری دوائیں ہر جگہ بکتی ہیں اپنے شہر میں خریدنے سے وقت اور ڈاک خرچ کی بچت ہوگی ۔

صیغہ (۱۱۷) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ:۔ شیخ محمد وارث رحمت علی سوداگران گوردا سپور ۔

ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپکر صدر انجمن احمدیہ کیلئے قادیان سے شائع کیا ۔